FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

چند لمحے چرا لیں

نا ملک

جذبات بھری باتیں نہ سہی' کچھ دکھڑا ہی اپنا رولیں
قربت کے ملے ہیں یہ لمحے' ان لمحوں کو ہم کھوئیں کیوں

ذرا چند لمحے چرا لیں
چلو ہم زمانے سے بچ کر
اس آزار روز و شب زندگی سے
غم آگہی سے
نہ ہونے کے ڈر سے
ذرا دور نکلیں
کسی کنج غم آشنا میں
ذرا دیر بیٹھیں
کسی مہرباں سے شجر کے سائے تلے
چلو ہم زمانے سے بچ کر
چند لمحے چرا لیں

کبھی کبھی وہ سوچتی تھی کہ خدا نے اسے پیدا کر کے ناحق زمین پر بوجھ ڈال دیا تھا مگر پھر دوسرے ہی لمحے اپنی اس سوچ کو نعوذ باللہ کہہ کر جھٹک دیتی۔ کاش! زندگی ویسی ہوتی جیسی ایک سال پہلے تھی۔ ایک سال پہلے تک زندگی کتنی حسین تھی۔ ہر شے سے حسن ٹپکتا تھا۔ ہر سو بہار تھی۔ خوشیاں تھیں۔ قہقہے تھے۔ رونقیں تھیں۔ پھر...... پھر ایک دن سب کچھ ختم ہو گیا۔ زندگی اپنی تمام تر بدصورتیوں سمیت اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ زندگی کا یہ رخ اس کے لیے نیا تھا۔ کل تک وہ ناولوں وغیرہ میں یہ سب پڑھتی آئی تھی اور آج...... آج وہ خود ان حالات کا شکار تھی۔ کیسے وہ ہنس کر افسانوں' ناولوں کی مظلوم ہیروئن اور اس کے ظالم رشتے داروں کا مذاق اڑایا کرتی تھی۔

''یہ بھی کوئی پڑھنے کی چیزیں ہیں۔ حقیقت سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے' اس کہانی کا۔''

''اتنی اچھی کہانی تو ہے۔ تم تو بس......'' روبی' اس کی فرینڈ منہ بنا کر کہتی۔

''روبی یار۔ اتنے تھرڈ کلاس عشقیہ ناول پڑھنے کے بجائے کوئی کام کی چیز پڑھا کرو۔''

''اور تم جو پڑھتی ہو وہ تو جیسے بڑے کام کی چیزیں ہیں۔'' روبی چڑ جاتی۔ ''تم اپنے ارد گرد نگاہ دوڑاؤ تو تمہیں ہر دوسرے گھر میں ایسی داستانیں ملیں گی۔''

''میں نہیں مانتی۔ میرا خیال ہے' اتنے شقی القلب

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

رشتے دار کم از کم اس دنیا میں ناپید ہیں۔ چلو مان لیا‘ ایسے ظالم لوگ بھی ہوتے ہوں گے اس دنیا میں مگر تمہاری اس نیک پروین مظلوم جیسی ہیروئن جو عالی ہمت ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی ہمدرد بھی ہوتی ہے‘ آج کل ایسی لڑکی کا ملنا مشکل ہے۔“

”وقت بہت بڑا استاد ہے۔ ناممکن کو بھی ممکن بنا دیتا ہے۔“

اور آج اسے روبی کی اس بات میں صداقت نظر آتی تھی۔ آج سے ایک سال پہلے تک وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کو اس قسم کے حالات درپیش ہوں گے۔ وہ جسے کل تک آملیٹ بنانا نہیں آتا تھا‘ آج ایک ماہر کک بن چکی تھی۔ واقعی وقت انسان کو بہت کچھ سکھا دیتا ہے۔

”شازی! تمہیں امی بلا رہی ہیں۔“ عمران کی آواز پر وہ چونکی۔

”اچھا آتی ہوں۔“ وہ سلیپر پیروں میں ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ رعنا آپی کو دیکھنے کچھ لوگ آرہے تھے۔ کھانا بنانے کی ذمے داری حسب معمول اس پر تھی۔

”ہیلو کزن۔ کیا ہو رہا ہے؟“ وہ کچن میں کھڑی تھی‘ جب ضماد آٹپکا۔ وہ بنا کوئی جواب دیئے کام میں مصروف رہی۔

”ایک بات تو بتاؤ۔ یہ تم ہر وقت اتنی سڑی ہوئی کیوں رہتی ہو؟“ وہ پلیٹ میں سے شامی کباب اٹھا کر کھانے لگا۔

”ضماد بھائی پلیز‘ مجھے کام کرنے دیں۔“ وہ زچ ہوگئی۔ اوپر سے اس کی چبھتی ہوئی نگاہیں۔ ”منحوس‘ بیہودہ‘ گھٹیا۔“ وہ دل ہی دل میں اسے ان ناموں سے نوازتی۔

”کتنی دفعہ کہا ہے کہ مجھے بھائی مت کہا کرو۔ مہران اور حماد ہی کافی ہیں۔ اتنے بھائی بنا کر کیا کرو گی؟“ وہ اس کی طرف جھکا۔

”ضماد! امی بلا رہی ہیں تمہیں۔“ عاصمہ کی آواز پر وہ ایک دم گڑبڑا کر سیدھا ہوا اور باہر نکل گیا‘ جب کہ عاصمہ ایک زہرخند نگاہ شہزین پر ڈال کر آگے بڑھ گئی۔

وہ ڈرپوک تو کبھی نہ تھی البتہ کم گوئی اس کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ مما جانی تو اس کی پیدائش پر ہی اسے چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔ پاپا نے اسے بڑی محبت سے پالا تھا۔ کبھی کسی چیز کی کمی نہ ہونے دی تھی۔ وہ پڑھائی میں شروع سے ہی اچھی تھی۔ میٹرک میں اے گریڈ لیا‘ انٹر بھی اس نے بہترین نمبروں سے پاس کیا۔ اس نے پاپا سے ڈرائیونگ سیکھنے کی فرمائش کی۔ چند ہی دنوں میں وہ گاڑی چلانا سیکھ گئی اور...... اور پھر ایک دن وہ پاپا کا انتظار کرتی رہ گئی مگر وہ نہ آئے۔ وہ تو گویا ہوش و حواس کھونے لگی تھی۔ جب ہوش میں آئی تو سب کچھ ختم ہوچکا تھا۔ آشیانہ تنکوں کی مانند بکھر گیا تھا۔ وہ تڑپ تڑپ کر روئی تھی۔ اسے حیرت ہوتی تھی کہ اتنی بڑی قیامت گزر گئی اور وہ پھر بھی زندہ تھی۔ تایا اور چچا اسے اپنے ساتھ گھر لے آئے تھے۔ اس کا استقبال سرد نگاہوں اور بل دار پیشانیوں نے کیا تھا۔ تائی صابرہ اور چچی صفیہ کو وہ خواہ مخواہ کی مصیبت لگتی۔ اٹھتے بیٹھتے کوسنے دیئے جاتے۔ دبے لفظوں میں بدکردار ماں کی بیٹی ہونے کا طعنہ دیا جاتا۔

احتشام ہاشمی نے کورٹ میرج کرلی تھی اور اسی جرم کی پاداش میں ان سے خاندان والوں نے قطع تعلق کر رکھا تھا۔ شہزین پہلی بار اپنے رشتے داروں سے مل رہی تھی اور یہ تجربہ اسے خاصا بھیانک لگا تھا۔

تایا جی کی بڑی بیٹی رعنا آپی اس پر خواہ مخواہ کا رعب جھاڑا کرتی تھیں۔ پھر مہران تھا‘ ماسٹرز کرنے کے بعد ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہا تھا۔ اس کا رویہ شہزین کے ساتھ بہت عام سا‘ سرسری سا تھا۔ وہ اپنے آپ میں مگن رہنے والا بندہ تھا۔ اس کے بعد حماد تھا۔ وہ تین سال سے لگاتار بی اے میں فیل ہو رہا تھا مگر امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تھا۔ وہ بالکل صابرہ بیگم کا پرتو تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر اس کی شدید انسلٹ

کر دی
تھا۔ آٹھویں کلاس ک
چچا کا بڑا بیٹا ضماد
پرائیویٹ فرم میں جا
لگتا تھا۔ خاص طور
ہوئی نگاہیں اسے زہ
جو ماسٹرز کر رہی تھی
سب سے چھوٹا حماد
لاابالی سا لڑکا تھا۔
اپنے تایا اور چچا کے
آپ کو بالکل مس فٹ
گویا اسے اس گھر
بیویوں کی حکمرانی
کے سامنے بولنے
اس نے اپنی پڑھائی
صابرہ بیگم نے اسے
”کن خیالوں
بلاوے نہیں چھوڑ
نکمی بیٹھی رہو۔“ او
نے اسے بزدل بنا

تایا‘ چچا کی خا
تھا۔ ہفتے بھر سے
ہو رہی تھیں
جھلوائے گئے۔ گھ
چیزیں کم تھیں‘ وہ
ایک ہفتے سے
گئی۔ پالرز
مہران تھی کہ یہ
ز کی ریاست
بار رہا تھا۔ ضماد ال
ہ کوئی نو

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کر رہی تھی۔ پھر عمران تھا جو بے حد بدتمیز اور خود سر تھا۔ آٹھویں کلاس کا طالب علم تھا۔

چچا کا بڑا بیٹا ضماد ایم بی اے کرنے کے بعد ایک پرائیویٹ فرم میں جاب کرتا تھا۔ شہرین کو وہ بہت برا لگتا تھا۔ خاص طور پر اس کی چبھتی ہوئی آر پار ہوتی ہوئی نگاہیں اسے زہر لگتی تھیں۔ اس کے بعد عاصمہ تھی جو ماسٹرز کر رہی تھی۔ بے حد مغرور اور نک چڑھی۔ سب سے چھوٹا حماد تھا جو تھرڈ ایئر میں پڑھتا تھا۔ وہ لاابالی سا لڑکا تھا۔ کبھی بہت اچھا تو کبھی بہت برا۔

اپنے تایا اور چچا کے اس بھرے پرے گھر میں وہ اپنے آپ کو بالکل مس فٹ محسوس کرتی تھی۔ تایا اور چچا تو گویا اسے اس گھر میں لا کر بھول ہی گئے تھے۔ ان کی بیویوں کی حکمرانی تھی گھر میں' وہ دونوں اپنی بیگمات کے سامنے بولنے کی جرات نہ کرتے تھے۔ ایک بار اس نے اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کرنے کی بات کی تو صابرہ بیگم نے اسے بری طرح جھڑک دیا۔

''کن خیالوں میں ہو لڑکی۔ تمہارا باپ کوئی بلازے نہیں چھوڑ گیا۔ بس جتنا پڑھنا تھا' پڑھ لیا۔ اب چپکی بیٹھی رہو۔'' اور وہ دل مسوس کر رہ گئی تھی۔ حالات نے اسے بزدل بنا دیا تھا۔

❖❖❖

تایا' چچا کی خالہ زاد بہن کا خوبرو پڑھا لکھا بیٹا آ رہا تھا۔ بھرے گھر میں اس کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ پردے' چادریں' کشن کورز وغیرہ دھلوائے گئے۔ گھر کی سیٹنگ دوبارہ درست کی گئی۔ جو چیزیں کم تھیں' وہ بازار سے لائی گئیں۔ عاصمہ وغیرہ ایک ہفتے سے اپنے آپ کو چمکانے کا کام کر رہی تھیں۔ پالرز کے چکر پہ چکر لگ رہے تھے۔ شہرین حیران تھی کہ یہ سب کیا ہو رہا تھا۔ خالہ کا بیٹا ہی آ رہا تھا نہ کہ کسی ریاست کا شہزادہ جس کے لیے اتنا اہتمام کیا جا رہا تھا۔ ضماد البتہ خاصا تپا ہوا تھا آج کل۔

''وہ کوئی نواب کی اولاد ہے جس کے لیے اتنا سب کچھ کیا جا رہا ہے۔'' اس روز کھانے کے بعد سب لاؤنج میں بیٹھے تو ضماد نے کہا تھا۔ ''اور یہ تم لوگوں پر آج کل کون سے بناؤ سنگھار کا بھوت چڑھا ہوا ہے؟'' وہ ہما' عاصمہ کی طرف متوجہ ہوا۔

''تم سے مطلب۔ اونہہ۔'' عاصمہ نے چڑ کر کہا۔

''تمیز تو چھو کر نہیں گزری' اس لڑکی کو۔ پانچ چھ سال بڑا ہوں میں اس سے۔'' وہ بگڑنے لگا۔

''ارے وہ بڑے گھر کا لڑکا ہے۔ جاگیردار لوگ ہیں۔ اس کے سامنے کچھ اپنی عزت بھی تو بنانی ہے۔'' صابرہ بیگم نے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا۔

''جاگیردار ہوگا اپنے گھر کا۔ اتنا ہی امیر کبیر ہے تو یہاں کیا کرنے آ رہا ہے؟''

''اے لڑکے! تجھے غصہ کس بات کا ہے؟ امتحان ہیں اس کے۔ وہ تو وہاں ہاسٹل میں رہنا چاہ رہا تھا مگر تمہارے تایا نے اصرار کر کے اسے یہاں بلایا ہے۔'' صفیہ بیگم نے سمجھایا۔

بالآخر وہ دن بھی آن پہنچا' جب نوشیرواں احمد شیرازی کی سواری باد بہاری ''ہاشمی ولا'' میں داخل ہوئی۔ سب اس کے آگے بچھے جا رہے تھے۔ تائی صابرہ اور چچی صفیہ تو گویا واری صدقے ہوئی جا رہی تھیں۔ عاصمہ' ہما اٹھلا اٹھلا کر بات کر رہی تھیں۔ حماد' عمران اس کو پرشوق نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ مہران کا رویہ دوستانہ سا تھا۔ البتہ ضماد کی پیشانی پر شکنوں کا اضافہ ہو چلا تھا۔ نوشیرواں تھکا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے عجیب لوگ ہیں جنہیں مہمان کی تھکن کا احساس ہی نہیں ہے۔ آخر تایا جان کو اس کی مسکین شکل پر ترس آ گیا۔

''چلو بھئی بچو! نوشیرواں کو آرام کرنے دو۔ حماد! جاؤ بیٹا بھائی کو ان کا کمرہ دکھاؤ۔'' نوشیرواں تھینکس گاڈ کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

ان دو دنوں میں ہی نوشیرواں تنگ آ گیا تھا۔ وہ یہاں پڑھنے کے لیے آیا تھا مگر ٹھیک طرح سے پڑھنے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کا موقع ہی نہ مل سکا تھا۔ وہ سی ایس ایس کی تیاری کر رہا تھا۔ گھر میں ہر وقت ایک ہنگامہ سا لگا رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا' جب چچی صفیہ آگئیں۔

"نوشیر بیٹا! پڑھ رہے ہو کیا؟" وہ میٹھے لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔

(توبہ حد ہوگئی۔ کیا انہیں نظر نہیں آتا) وہ جھلا گیا۔

"جی آنٹی۔"

"اچھا" وہ کچھ مایوس سی ہو کر واپس پلٹنے لگیں۔

"کوئی کام تھا آنٹی؟" اس کی شامت آئی جو پوچھ بیٹھا۔

"ہاں' وہ دراصل عاصمہ کی سہیلی کی منگنی ہے۔ گھر میں کوئی نہیں ہے جو اسے چھوڑ آئے۔ تم چھوڑ آؤ گے اسے؟" وہ اتنی امید بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں کہ اسے ہاں کرتے ہی بنی۔ اس کی اپنی گاڑی ورکشاپ میں تھی۔ ناچار اسے پورچ میں کھڑی حماد کی بائیک پر جانا پڑا۔ عاصمہ پر تو گویا شادی مرگ ہوگئی تھی یہ سن کر کہ اسے نوشیرواں چھوڑنے جا رہا تھا۔ نوشیرواں کو اس طرح ایک لڑکی کے ساتھ بائیک پر بیٹھنا بہت عجیب لگ رہا تھا۔

"نوشیر! ذرا آہستہ چلائیے۔" عاصمہ نے اس کے کندھے پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کر لی۔

نوشیرواں نے بائیک کی رفتار کم کر دی۔

"اوہ! ذرا تیز چلائیے' فنکشن شروع ہونے والا ہوگا۔"

(یاخدا! یہ لڑکی......) وہ زچ ہوگیا اور بائیک کی رفتار بڑھا دی۔

"ہائے اللہ۔ نوشیر ذرا روکیے۔" عاصمہ کے تقریباً چلانے پر اس نے گھبرا کر بائیک روک دی۔

"جی اب کیا ہوا؟"

"وہ......وہ میں گفٹ تو گھر پر ہی بھول گئی۔"

"تو پھر......؟" اس کا جی چاہ رہا تھا' اس بے وقوف لڑکی کا سر پھاڑ دے۔

"پھر واپس چلیں۔"

"واپس! ہرگز نہیں۔ آنے جانے میں مزید آدھا گھنٹہ ضائع ہو جائے گا۔"

"دیکھیں پلیز' میں اس طرح بغیر گفٹ کے جاتے اچھی لگوں گی کیا؟" وہ روہانسی ہوگئی۔ وہ بائیک اسٹارٹ کرنے لگا۔ تھوڑا آگے جا کر ایک سپر اسٹور پر بائیک روک دی۔

"آپ یہاں سے گفٹ خرید لیں۔"

"مگر میرے پاس پیسے......"

"وہ میں دے دوں گا۔"

"مگر وہ......"

"جی مس عاصمہ۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ میں واپس نہیں جا سکتا۔ اگر گفٹ لینا ہے تو لیں ورنہ ایسے ہی چلی جائیں۔" اس کا خراب موڈ دیکھ کر عاصمہ نے گفٹ خریدنے میں ہی عافیت جانی۔ خدا خدا کر کے سہیلی صاحبہ کا گھر آیا۔

"نوشیر! آپ مجھے تین گھنٹے بعد پک کر لیجیے گا۔" وہ یہ کہہ کر اندر چلی گئی۔ (بے وقوف کہہ ایسے رہی ہے جیسے میں اس کا ڈرائیور لگا ہوا ہوں) وہ جلتا بھنتا گھر پہنچا۔

"اے لڑکی! سنو۔" کچن کی طرف بڑھتی شہزین کو اس نے پکارا۔

"جی۔"

"میرے لیے ایک کپ چائے بنا دو۔ میں اپنے کمرے میں ہوں۔" وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ اس کے حلیے سے وہ اسے ملازمہ سمجھا تھا۔ پرانا سا جوڑا پہنے وہ مسکین سی شکل والی لڑکی باقی گھر والوں سے مختلف نظر آتی تھی۔

تائی صابرہ نے اپنا سوٹ استری کرنے کو دے دیا جس کی وجہ سے چائے لے کر جانے میں دیر ہوگئی تھی۔ اتنی دیر میں نوشیرواں کا غصہ عروج پر پہنچ چکا تھا۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"چچ...... چائے۔" اس کے تیور دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔

"یہ چائے بن رہی تھی یا پائے گلائے جارہے تھے۔" اس نے گھورا۔

"وہ...... وہ...... دراصل......"

"اس گھر کے ملازم بھی مالکوں کی طرح ہیں۔ کوئی کام ٹھیک سے نہیں کرسکتے۔" وہ سخت غصے میں تھا۔ اچھا بھلا پڑھائی کا موڈ غارت ہوگیا تھا۔

"یہ چائے کا کیا کروں؟" وہ سہم کر بولی۔

"میرے سر پر ڈال دو۔" وہ غرایا۔

"جی!"

"کیا جی جی کی رٹ لگا رکھی ہے۔ جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔"

"جی بہتر۔" وہ واپس جانے لگی۔

"اسٹوپڈ۔ یہ چائے تو رکھتی جاؤ۔" وہ بری طرح زچ ہوا تھا۔ شہزرین فوراً چائے رکھتے ہی چلی گئی۔

نوشیرواں بالکل بھول گیا کہ تین گھنٹے بعد عاصمہ کو پک کرنا تھا۔ اس نے کسی کو آگاہ بھی نہ کیا تھا۔

"نوشیر بیٹا! عاصمہ نے واپسی کا کب کہا تھا؟" صفیہ بیگم کے یاد دلانے پر وہ چونکا۔ چار گھنٹوں سے اوپر ہوچکے تھے۔

"اوہ۔ میں آپ کو بتانا بھول گیا۔ عاصمہ نے تین گھنٹے بعد آنے کا کہا تھا۔"

"ہائے میری بچی۔ انتظار میں کھڑی ہوگی۔ ضماد' مہران ابھی اپنے اپنے دفتر سے تھکے ہارے آئے ہیں۔ تم لے آؤ اسے۔"

"ناٹ اگین۔" وہ دل ہی دل میں چلا اٹھا مگر مجبوراً اسے اٹھنا پڑا۔

نوشیرواں کی گاڑی ٹھیک ہوگئی تھی۔ وہ ورکشاپ سے گاڑی گھر لے آیا تھا۔ سامنے ہی برآمدے کی سیڑھیوں پر وہ گم سم سی بیٹھی تھی۔ نوشیرواں گاڑی پورچ میں پارک کرکے آگے بڑھنے لگا پھر ایک دم واپس پلٹ آیا۔

"سنو لڑکی!" اس نے پکارا تو وہ چونک گئی۔

"جی۔" وہ دوپٹہ درست کرتی کھڑی ہوگئی۔

"تم...... تمہارا نام کیا ہے؟" اس کے پوچھنے پر شہزرین نے ایک لمحے کو نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"شہزرین۔" وہ دھیرے سے بڑبڑائی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا' وہ چلی گئی' جبکہ نوشیرواں وہیں کھڑا اس لڑکی کا اسرار جاننے کی کوشش کرنے لگا۔

"تم کب سے یہاں ملازمت کررہی ہو؟" وہ پانی پینے آیا تھا کہ آٹا گوندھتی شہزرین کو دیکھ کر رک گیا۔ جانے کیوں اسے دیکھتے ہی نوشیرواں کا دل اس سے باتیں کرنے کو چاہنے لگتا تھا۔

"معلوم نہیں۔" مختصر جواب دیا۔

"اور تم اتنی لاعلم کیوں رہتی ہو؟" وہ بنا جواب دیئے چپ چاپ آٹا لگے ہاتھ دھونے لگی۔

"تم اتنی عجیب کیوں ہو؟ کچھ بولتی ہی نہیں۔"

"آپ کو اتنی دلچسپی کیوں ہے؟"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ تم یہاں کی ملازمہ ہو۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی' ضماد آگیا۔

"تم چلو' امی بلا رہی ہیں۔" ضماد نے شہزرین سے کہا اور خود بھی نوشیرواں کو گھورتا باہر نکل گیا۔ نوشیرواں محض کندھے اچکا کر رہ گیا۔

❖❖❖

عاصمہ کی نوشیرواں میں بڑھتی ہوئی دلچسپی گھر والوں سے مخفی نہ تھی۔ خود نوشیرواں اس صورت حال سے بے حد ڈسٹرب تھا۔ وہ عاصمہ سے جتنا دور رہنے کی کوشش کرتا' وہ اتنا ہی اس کے گرد منڈلاتی رہتی' اس کے برعکس نوشیرواں کو لاتعلق سی اور کام میں مگن رہنے والی شہزرین اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ عموماً شام کی چائے اپنے کمرے میں منگوالیا کرتا تھا۔ اس روز شہزرین چائے دینے گئی تو نوشیرواں نے اسے روک لیا۔

"سنو! مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"مم...... میرے پاس وقت نہیں ہے۔" وہ باہر کی طرف بڑھنے لگی تو وہ راہ میں حائل ہوگیا۔

"تم کیا ہو؟"

"جی۔" وہ اس کے بے تکے سوال پر حیران ہوئی تھی۔

"اتنے دن ہوگئے' مجھے یہاں رہتے ہوئے مگر میں تمہیں نہیں سمجھ سکا۔"

"آپ مجھے سمجھ کر کیا کریں گے؟ میرے راستے سے ہٹیں' پلیز۔"

"تم بیٹھ جاؤ' میں تمہیں کھا تو نہیں جاؤں گا۔"

"مگر وہ......"

"صرف چند لمحے' پلیز۔"

"آپ......"

"تم ہر وقت اتنی سہمی ہوئی کیوں رہتی ہو؟"

"آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں؟"

"یہ تم ہر سوال کے جواب میں دوبارہ سوال کیوں کرتی ہو؟"

"کیونکہ آپ کے سوالوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔"

"غلط' بالکل غلط' تم جواب دینا ہی نہیں چاہتیں۔"

"یہی سمجھ لیں۔"

"مگر کیوں؟ تم ایسی کیوں ہو؟"

"آپ آخر ایک ملازمہ کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں؟"

"خیر۔ اتنا تو میں جان گیا ہوں کہ تم ملازمہ نہیں ہو۔" شہزرین بنا کوئی جواب دیئے دروازے کی طرف بڑھی۔

"شہزرین! تمہارا نام بہت خوب صورت ہے۔" اس کے کہنے پر ایک لمحے کو وہ رکی۔

"صرف نام خوب صورت ہونے سے مقدر تو خوب صورت نہیں ہوا کرتے۔" دھیرے سے کہتی وہ باہر نکل گئی۔ ہر بار اس لڑکی سے باتیں کرنے کے بعد وہ تشنگی سی محسوس کرتا تھا۔ ہر ملاقات کے بعد اگلی ملاقات کو دل مچلنے لگتا تھا۔ اپنی اس کیفیت پر وہ خود بھی حیران تھا۔

موسم بے حد خوب صورت ہو رہا تھا۔ آسمان پر گھٹا چھائی تھی۔ سب نے ہاکس بے جانے کا پروگرام بنایا۔ نوشیرواں کو زبردستی ساتھ چلنے پر تیار کیا گیا۔ مہران کی گاڑی میں ضماد' رعنا آپی' صفیہ بیگم اور صابرہ بیگم تھے جبکہ نوشیرواں کی گاڑی میں عاصمہ' ہما' حماد اور عمران تھے۔ تایا جان کی طبیعت خراب تھی اور ان کی تیمارداری کے لیے شہزرین کو گھر پر چھوڑا جا رہا تھا۔ نوشیرواں کو بہت عجیب لگ رہا تھا کہ سب لوگ تو جائیں مگر شہزرین نہ جائے۔ مہران کی گاڑی آگے نکل چکی تھی۔ نوشیرواں گاڑی نکالتے نکالتے رک گیا۔

"کیا ہوا؟" عاصمہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

"ایک منٹ۔ ابھی آیا۔" وہ اتر کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ شہزرین کا ہاتھ تھامے ادھر آرہا تھا۔ عاصمہ کا موڈ یکسر بدل گیا۔ ہما کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔ شہزرین کی نہ نہ کے باوجود نوشیرواں نے اسے گاڑی میں بٹھا دیا تھا۔

"نوشیر بھائی! چلیں ناں۔ وہ لوگ تو کافی دور نکل گئے ہوں گے۔" عمران نے جھلا کر کہا تھا۔ شہزرین یوں بیٹھی تھی' جیسے اس سے کوئی بہت بڑا جرم سرزد ہوگیا ہو۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ ہاکس بے پہنچ گئے۔ شہزرین کو ساتھ دیکھ کر باقی سب حیران ہوئے تھے۔ صابرہ اور صفیہ کے چہروں کے زاویے بگڑ گئے تھے مگر وہ نوشیرواں کی وجہ سے خاموش تھیں۔

"تم کیسے آگئیں؟" ضماد اس کے پاس آدھمکا تھا۔

"وہ...... دراصل......"

"انہیں میں یہاں لایا ہوں۔" جواب نوشیرواں کی طرف سے آیا تھا۔ "اب دیکھیں ناں...... سب لوگ آرہے تھے تو انہیں گھر چھوڑ کر آنا کچھ مناسب تو

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

نہیں لگتا ناں۔"

"آپ ہمارے گھر کے معاملات میں کچھ زیادہ دخل اندازی نہیں کررہے۔" ضماد لحاظ بالائے طاق رکھ کر بولا۔ کچھ دنوں سے وہ نوشیرواں کی شہزرین میں بڑھتی دلچسپی دیکھ رہا تھا۔

"سوری فور دیٹ۔ میں دوسروں کے معاملات میں نہیں بولا کرتا۔ ہاں البتہ جہاں بات انسانی حقوق کی ہو تو......" نوشیرواں نے قصداً بات ادھوری چھوڑ کر ایک گہری نظر ضماد پر ڈالی۔

"بھئی آپ لوگ کس بحث میں پڑے ہیں۔ چلیں آئیں' پانی میں چلتے ہیں۔" حماد نے بور ہو کر کہا تھا۔ رعنا آپی کو پانی سے ڈر لگتا تھا۔ وہ ایک طرف تائی اور چچی کے ساتھ بیٹھی رہیں۔ شہزرین قدرے تنہا گوشے میں ایک بڑے پتھر پر بیٹھ گئی تھی۔ باقی سب خوب مستی کررہے تھے۔ ایک دوسرے پر پانی اچھالا جارہا تھا۔ نوشیرواں ان کے ساتھ خوب ہلا گلا کررہا تھا۔ اس کی نظر سوچوں میں غرق شہزرین پر پڑی تو وہیں چلا آیا۔

"شہزرین۔"

"ہوں۔" وہ چونک گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔"

"دیکھو شہزرین' ہم دوست ہیں۔ تم اپنی باتیں مجھ سے شیئر کرسکتی ہو۔"

"نہیں۔ میرا کوئی دوست نہیں ہے۔"

"یہ تم سے کس نے کہا؟"

"ایک ڈیڑھ سال کے عرصے میں اتنا تو میں جان ہی گئی ہوں کہ اس دنیا میں میرا کوئی دوست' کوئی غم گسار نہیں ہے۔"

"تم اتنی پراسرار کیوں ہو؟"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں بھلا پراسرار کیسے ہوسکتی ہوں؟"

"تم بہت مختلف ہو۔"

"کس سے؟"

"عام لڑکیوں سے۔"

"میں بہت معمولی سی لڑکی ہوں۔"

"نہیں۔ تم نہیں جانتیں کہ تم کتنی غیر معمولی ہو۔ تمہاری شخصیت کا یہ اسرار تمہیں بہت اہم بناتا ہے۔"

"اچھا۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔ "تو پھر آپ یہ اسرار کیوں جاننا چاہتے ہیں۔ کیا مجھے غیر اہم کرنا مقصود ہے؟"

"تمہاری باتیں مجھے لاجواب کردیتی ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"اور پھر بھی آپ مجھ سے اتنے سوال کرتے ہیں۔"

"اچھا چلو تم مجھے کچھ اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"مجھے دکھوں کی تشہیر پسند نہیں ہے۔"

"کم آن شہزرین۔ وی آر فرینڈز۔"

"یہ آپ سے کس نے کہا؟"

"شہزرین! زندگی بہت کٹھن ہے۔ ارسطو نے کہا تھا کہ انسان معاشرتی حیوان ہے۔ اور یہ بالکل ٹھیک ہے۔ انسان کو زندگی کے ہر موڑ' ہر قدم پر کسی نہ کسی دوست یا ہمدرد کی ضرورت رہتی ہے۔"

"آپ میرے بارے میں کیوں جاننا چاہتے ہیں؟"

"کیونکہ تم مجھے اچھی لگی ہو۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

"میرے بارے میں جان کر آپ کیا کریں گے؟"

"اور کچھ نہ سہی' تمہاری دل جوئی تو کرسکتا ہوں۔"

"یہی تو میں نہیں چاہتی۔"

"تم اتنی خوداذیتی کا شکار کیوں ہو؟"

"آپ کے سوالوں کا میرے پاس اور میرے سوالوں کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ کیا یہ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بہتر نہیں ہے کہ ہم دونوں ہی اپنے اپنے سوالات اپنے تک محدود رہنے دیں۔"

"شہرین! تم اپنے آپ کو اذیت دے کر محض اپنا نقصان کر رہی ہو۔"

"آپ کو مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہے؟ جبکہ یہاں تو اپنے ہی غیر بنے ہوئے ہیں۔" وہ تلخی سے مسکرائی۔

"مجھے تم سے ہمدردی نہیں بلکہ تمہارا خیال ہے۔ میں نہیں جانتا' یہ سب کیوں ہے اور کیسے ہوا ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ میں تمہاری زندگی کی تلخیوں کو کم کرنا چاہتا ہوں۔ ہو سکے تو میری باتوں پر غور کرنا۔" وہ اٹھ کر چلا گیا۔ شہرین کی نگاہوں نے تاحد نظر اس کا تعاقب کیا تھا۔ (تم کیوں میری زندگی کے ساکت پانی میں پتھر پھینکنے آگئے ہو' نوشیرواں احمد شیرازی۔ میری زندگی اور میرا مقدر میرے ساتھ۔ میں بھلا اتنی ہمدردی اور توجہ کے قابل کہاں۔ مت کرو' یہ سب کچھ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے تمہاری ہمدردی اور توجہ کی عادت ہو جائے اور زندگی کا دائرہ میرے گرد مزید تنگ ہو جائے۔ خدارا' مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں مرجانا چاہتی ہوں اور تم میرے اندر زندگی کی' جینے کی امنگ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ خدا کے لیے یہ ظلم مت کرو۔ اس کا دل چلا چلا کر درخواست کر رہا تھا' جبکہ لب ساکت اور آنکھیں بالکل خشک تھیں۔

"کیا کہہ رہا تھا وہ؟" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی تھی' جب ضماد راہ میں آگیا۔

"کون؟" وہ یکسر انجان تھی۔

"اتنی بھولی تو نہیں ہو' جتنا ظاہر کرتی ہو۔"

"ضماد بھائی' پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"محترمہ شہرین ہاشمی صاحبہ! میں جناب نوشیرواں احمد شیرازی کی بات کر رہا ہوں۔" وہ طنز کے نشتر چلا رہا تھا۔

"کب؟"

"آج شام کو۔ ساحلِ سمندر پر۔ کچھ یاد آیا؟"

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"یہ کیوں' کب اور کیسے کرنا تم نے کہاں سے سیکھ لیا۔ سیدھی طرح جواب دو' میں کیا پوچھ رہا ہوں۔" وہ گرجا تھا۔

"کچھ نہیں کہہ رہے تھے وہ۔" وہ آگے بڑھنے لگی تو ضماد نے اس کا بازو دبوچ لیا۔ "اگر آج کے بعد تم مجھے اس کے قریب نظر آئیں تو اچھا نہیں ہوگا۔" وہ دھمکی آمیز لہجے میں کہتا آگے بڑھ گیا تھا۔ شہرین محض اسے جاتے ہوئے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

شہرین روزانہ نوشیرواں کو چائے دینے اس کے کمرے میں جاتی تو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کی باتیں سننے پر مجبور ہو جاتی۔ رفتہ رفتہ اسے اس کی باتیں اچھی لگنے لگی تھیں۔ وہ بہت عام عام سی چیزوں پر بات کرتے تھے۔ نوشیرواں اکثر شہرین کو اچھے اچھے رائٹرز کی کتابیں پڑھنے کے لیے دیتا۔ اسی نے اسے اپنی تعلیم دوبارہ شروع کرنے کا مشورہ دیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے نوشیر بھائی مگر مجھے ڈر ہے کہ تائی جان اور چچی کبھی نہیں مانیں گی۔"

"ان کی اپنی بیٹیاں بھی تو پڑھ رہی ہیں۔ تم کہو تو میں بات کروں؟"

"نن..... نہیں۔ آپ ایسا بالکل مت کیجیے گا۔ اس سے میری اور آپ کی پوزیشن بہت نازک ہو جائے گی۔"

"اچھا..... تو پھر تم ایسا کرنا کہ رات کو کھانے کے بعد تم یہ ذکر چھیڑ دینا۔ میں وہاں تمہیں سپورٹ کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ میرے سامنے آنٹی انکار نہیں کریں گی۔" نوشیرواں کو اس گھر میں جتنی اہمیت دی جاتی تھی' اسی کو مدنظر رکھ کے اس نے کہا تھا۔

"میں یہ بھی کر کے دیکھ لیتی ہوں مگر مجھے امید نہیں ہے کہ وہ مانیں گی۔" اور پھر رات کو ہی اس نے سب کے سامنے بات کی تھی۔ تائی صابرہ اور صفیہ چچی منہ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کو لے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"آنٹی! یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اس سے پہلے آپ نے اسے پڑھنے پر مجبور کیوں نہیں کیا؟" نوشیرواں صابرہ بیگم سے مخاطب تھا۔

"ہاں...... وہ...... بھئی، ہم نے تو بڑا کہا مگر اس کا خود ہی پڑھائی میں جی نہ لگتا تھا۔"

"چلیں اچھا ہوا کہ اسے خود ہی خیال آ گیا کہ تعلیم کتنی ضروری ہے۔" نوشیرواں اس کی حمایت کر رہا تھا جو وہاں پر موجود کسی بھی فرد کو اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ تائی اور چچی کو نوشیرواں کی وجہ سے اجازت دیتے ہی بنی۔

اگلے دن ہی نوشیرواں اس کے لیے بی اے کے فارمز لے آیا تھا۔ سب گھر والے شہزین کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے تھے۔ صفیہ چچی نوشیرواں کو عاصمہ کے لیے پسند کیے بیٹھی تھیں، جبکہ تائی صابرہ اسے ہما کے حوالے سے دیکھ رہی تھیں۔ اتنا خوبرو اور دولت مند لڑکا نہیں بھلا اور کہاں مل سکتا تھا، اس لیے وہ دونوں اپنی اپنی جگہ مصلحتاً خاموش تھیں، کچھ بول کر وہ نوشیرواں کی نظروں میں بری نہیں بننا چاہتی تھیں۔

ہاں البتہ نوشیرواں کی شہزین میں بڑھتی دلچسپی سے وہ بری طرح خائف تھیں۔

رعنا آپی کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی تھی۔ گھر بھر میں گویا ہلچل مچی ہوئی تھی۔ بازاروں کے چکر پہ چکر لگ رہے تھے۔ شہزین اس تمام ہنگامے سے دور رہتی تھی۔ صبح کالج جانے سے پہلے ناشتہ بناتی۔ واپسی پر پھلکے بنانا اس کی ڈیوٹی میں شامل تھا۔ اس کے بعد گھر کے دیگر کام نمٹاتی۔ رات کو سونے سے پہلے کالج کا کام کرتی۔ شادی سے ایک ہفتہ پہلے اس نے کالج سے چھٹیاں لے لی تھیں۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ شہزین بھاگ بھاگ کر سارے کام کر رہی تھی۔ ہر کسی نے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔

نوشیرواں کچھ دنوں سے اپنے گاؤں گیا ہوا تھا۔ صابرہ بیگم نے اس کے گھر والوں کو بطورِ خاص مدعو کیا تھا۔ عین مہندی کے روز ہی وہ لوگ پہنچے تھے۔ نوشیرواں کی والدہ اور بڑی بھابی آئی تھیں۔ عاصمہ اور ہما، جنہوں نے اب تک کسی مہمان کو پوچھا تک نہیں تھا، اب ان کی خاطر داریوں میں لگی تھیں۔ شہزین کچن کے کاموں میں بری طرح مصروف تھی۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟" نوشیرواں حیران ہوا تھا۔

"اوہ آپ! آپ کب آئے؟"

"لڑکی! میں تو صبح سے آیا ہوا ہوں۔ تم ہی اتنی مصروف ہو کہ......" اس نے مسکرا کر بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ "اچھا چلو اٹھو، وہ لڑکے والے آ گئے ہیں۔ تم فوراً جا کر انسانوں والے حلیے میں آؤ۔" وہ حکمیہ انداز میں بولا۔

"مگر یہ کام......"

"کام بھی ہو جائیں گے۔ چلو فٹافٹ تیار ہو جاؤ۔ میں تمہیں اپنی امی اور بھابی سے ملواتا ہوں۔ ہری اپ۔" نوشیرواں نے اس کو کچن سے باہر نکالا۔

فیروزی سادہ سا ریشمی سوٹ اس کے وجود پر سج سا گیا تھا۔ دھلا دھلایا سادہ سا چہرہ، نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ بالوں کی ڈھیلی ڈھالی چٹیا بنائی ہوئی تھی۔ فنکشن اپنے عروج پر تھا۔ ہما اور عاصمہ خوب بھڑکیلے لباس اور ڈارک میک اپ میں تھیں۔

"آؤ۔ میں تمہیں اپنی امی سے ملواتا ہوں۔" نوشیرواں اس کا ہاتھ تھام کر اس سمت چل پڑا جہاں اس کی امی اور بھابی بیٹھی تھیں۔ سب لوگ دیکھ رہے تھے اور شہزین پسینے پسینے ہوئی جا رہی تھی۔ اس طرح نوشیرواں کا سب کے سامنے اس کا ہاتھ پکڑنا اس کے لیے کسی قیامت سے کم نہ تھا۔ مگر نوشیرواں کو لوگوں کی پروانہ تھی۔

"شہزین! میری امی اور بھابی اور یہ شہزین ہے۔ میری بہت اچھی سی دوست۔" وہ تعارف کروا رہا تھا۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

نوشیرواں کی امی کچھ مغرور سی لگیں۔ بھابی بڑی شوخ نظروں سے کبھی شہزین کو دیکھتیں تو کبھی اپنے دیور پر نظر ڈالتیں۔ جانے دیور بھابی میں آنکھوں آنکھوں میں کیا اشارے ہو رہے تھے۔ نوشیرواں کے لبوں پر بڑی دلکش سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ شہزین ان سے ملنے کے بعد برآمدے میں کھڑی تھی، جب ایک جھٹکے سے اسے کھینچا گیا تھا۔ ایک لمحے کو وہ کچھ بھی نہ سمجھ پائی۔ وہ اس کا بازو پکڑے اندر کی طرف کھینچتا چلا گیا تھا۔

''کیا لگتا ہے وہ تمہارا؟'' ضماد نے اسے ایک جھٹکے سے بیڈ پر پٹخا تھا۔ وہ ہراساں سی اسے دیکھے گئی۔ ''اب بولتی کیوں بند ہوگئی ہے؟''

''ضماد بھائی میں تو......''

''جب میں نے منع کیا ہے پھر...... پھر تم بھاگ بھاگ کر اس کے پیچھے کیوں جاتی ہو؟'' وہ غرایا۔

''آپ کو غلط فہمی......''

''شٹ اپ۔'' اس کا ہاتھ اٹھا اور شہزین کے گال پر نشان ثبت کر گیا۔ ''آخری بار وارن کر رہا ہوں۔ دوبارہ تم مجھے اس کے ساتھ نظر آئیں تو وہ حشر کروں گا کہ ساری دنیا سے منہ چھپاتی پھرو گی۔'' اس کی کلائی مروڑی تو ڈھیر ساری کانچ کی چوڑیاں ٹوٹ کر فرش پر بکھر گئیں۔ شہزین نے ہراساں ہو کر اپنا ہاتھ چھڑوایا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

''تم ابھی تک یہاں بیٹھی ہو۔ باہر دولہا والے بارات لے کر آگئے ہیں۔'' نوشیرواں اندر داخل ہوا تو شہزین نے سہم کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ سارا دن اس سے دور دور رہی تھی۔ لاشعوری طور پر وہ ضماد سے خوف محسوس کر رہی تھی۔ کل سے آج تک وہ مسلسل ضماد کی گھورتی ہوئی نگاہوں کی زد میں رہی تھی۔

''سوچ کیا رہی ہو۔ چلو فٹافٹ تیار ہو جاؤ۔'' اور اسے مجبوراً تیار ہونا پڑا تھا۔ رعنا آپی کی رخصتی کے وقت اس کی آنکھیں بھی بھر آئی تھیں۔

''شہزین!'' نوشیرواں کے پکارنے پر وہ چونکی۔ وہ اس کے بالکل پیچھے کھڑا تھا۔

''جج...... جی......'' وہ گھبرا گئی۔

''میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔''

''کک...... کہاں......؟''

''اپنے گھر اور کہاں!'' وہ گہری نظروں سے اس کا چہرہ جانچنے لگا۔ ''تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟''

''نہیں، مگر وہ......''

''بس۔ مجھے جواب مل گیا ہے۔ اگر مگر رہنے دو۔'' وہ مطمئن ہوگیا۔ شہزین دھیرے سے مسکرا کر آگے بڑھ گئی تھی۔

ولیمے کی تقریب سے واپسی پر رسم کے مطابق رعنا آپی اور وسیم بھائی ساتھ آئے تھے۔

''میرے سر میں درد ہے۔ ایک کپ چائے کا بنا کر دو مجھے۔'' ضماد کے کہنے پر وہ بادل ناخواستہ چائے بنانے لگی۔ ایک کے لیے بنائی تو سب کو بنا کر دینا پڑی۔

''اتنی دیر سے میں یہاں پڑا اسڑ رہا ہوں اور تم اب چائے لا رہی ہو۔''

''وہ ضماد بھائی......''

''چائے یہاں رکھو اور دروازہ بند کر دو۔''

''جی۔'' اس نے چونک کر دیکھا تھا۔

''تم نے سنا نہیں، میں نے کیا کہا ہے۔'' وہ پھنکارا۔

''مم...... میں جاتی ہوں۔'' کپکپاتے ہاتھوں سے چائے رکھ کر آگے بڑھنے لگی تو کلائی اس کی گرفت میں آگئی۔

''میرے منع کرنے کے باوجود تم باز نہ آئیں۔''

''وہ...... وہ......''

''میں نے کہا تھا ناں کہ اس سے بات مت کرنا۔ بولو۔'' اس کی آنکھیں خون آشام لگ رہی تھیں۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"میں تو......" وہ باقاعدہ کانپنے لگی تھی۔

"میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ تم ساری زندگی یاد کرو گی۔" اس نے دھاڑ سے دروازہ بند کیا تھا۔ ضماد کا کمرہ اوپری منزل پر تھا۔ گھر کے باقی افراد نیچے ڈرائنگ روم میں تھے۔

"پلیز...... پلیز ضماد بھائی مجھے جانے دیں۔" وہ گڑگڑائی۔

"معافی تلافی کا وقت گزر گیا۔ میں نے تمہیں پہلے ہی تنبیہ کی تھی۔"

"آ...... آپ ایسا کچھ نہیں کرسکتے۔ میں...... میں......" وہ روتے روتے چلائی۔ جانے اس میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی کہ اس لمبے چوڑے مضبوط مرد کو دھکا دے کر باہر کی طرف بھاگ گئی۔ بھاگنے کے دوران دوپٹہ وہیں گر گیا۔ بھاگتے ہوئے وہ سامنے کوریڈور سے گزرتے مہران سے ٹکرا گئی۔

"کیا ہوا۔ کیا آفت آگئی؟"

"وہ...... وہ......"

"کیا مصیبت ہے۔ بات کیا ہے؟" وہ جھلایا۔

"وہ...... ضماد بھائی مجھے......" وہ صرف اتنا کہہ کر مہران کے شانے سے لگ کر سسکنے لگی تھی۔ مہران کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"اس کی اتنی جرات۔ تم فکر نہ کرو۔ میں اس سے پوچھتا ہوں۔" مہران اسے تھپکنے لگا تھا۔

"ہائے اللہ۔ امی، تائی جان، ابو آپی۔" عاصمہ کے چلانے پر وہ چونکی۔ آن کی آن میں سارا گھر وہاں اکٹھا ہوگیا۔

"رنگے ہاتھوں پکڑا ہے میں نے انہیں۔" عاصمہ نے کہا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو عاصمہ۔" مہران چلایا تھا۔ شہزین ایک طرف کھڑی آنسو بہارہی تھی۔ وہ مظلوم ہوتے ہوئے بھی مجرم لگ رہی تھی۔

"امی...... یہ...... یہ جھوٹ کہہ رہی ہے۔ میں...... میں تو......"

"بس۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اب اور کیا باقی رہ گیا۔" تائی صابرہ نے اس کی بات کاٹی۔

"اور تو، کھنی، کلموہی، ڈائن، بے غیرت۔" شہزین کو بری طرح پیٹا جانے لگا۔ نوشیرواں اور اس کی امی اور بھابی نے بھی یہ تماشا دیکھا تھا۔

"تائی جان، چچی پلیز، میری بات تو سنیں۔ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ میری بات تو سنیں......" وہ بری طرح رورہی تھی۔ اس نے روتے روتے خاموش کھڑے نوشیرواں کی طرف نظر کی تو وہ نظریں چرانے لگا۔ نوشیرواں کی امی اور بھابی واپس مڑ چکی تھیں اور نوشیرواں کو بھی ساتھ چلنے کا اشارہ کرچکی تھیں۔ نوشیرواں بھی واپس مڑ گیا۔ گویا بدگمانی کا پودا اگ چکا تھا۔ شہزین کو اگر کوئی اچھی امید تھی تو صرف نوشیرواں سے تھی مگر اب وہ بھی ختم ہوچکی تھی۔ اس نے مزاحمت ترک کردی اور چپ چاپ پٹنے لگی۔

"بہت ہوگیا امی۔ بس کریں یہ تماشا۔ کیوں ایک بے قصور لڑکی پر ظلم ڈھا رہی ہیں۔" مہران نے آگے بڑھ کر شہزین کو ان کے شکنجے سے نکالا۔ وہ مہران کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہوگئی۔ "اور چچی! آپ پہلے اپنے بیٹے کو سنبھالیے۔" وہ صفیہ بیگم سے مخاطب ہوا۔

"کیا مطلب؟" وہ تنک کر بولیں۔

"مطلب شازی سے پوچھیں۔ بولو شازی۔ بتاؤ کیا ہوا تھا؟"

"وہ...... وہ...... ضماد بھائی...... مجھے......" وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی تھی۔

"امی...... امی یہ...... یہ بکواس کرتی ہے۔ الزام لگارہی ہے مجھ پر۔" ضماد بھڑک اٹھا۔ "اصل بات یہ ہے کہ یہ دونوں...... اف، اب میں کیسے بتاؤں، میں نے منع کیا تو الٹا میرے سر الزام تھوپ دیا۔"

"ضماد! کمینے، ذلیل، بہتان لگاتا ہے۔" مہران اور ضماد گتھم گتھا ہوگئے۔ انہیں چھڑوانا مشکل ہوگیا۔ اتنے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

میں تایا ابو اور چچا آ گئے۔ انہوں نے دونوں کو چھڑا دیا۔ حالات و واقعات مہران کے خلاف تھے۔ وہ غصے میں بکتا جھکتا باہر نکل گیا۔

ضاد کو عاصمہ اور حماد نے زبردستی کمرے میں بھیجا۔ رعنا آپی اور وسیم بھائی واپس چلے گئے۔ نوشیرواں کی بھابی اور والدہ نے بھی واپسی کا قصد کر لیا۔ صابرہ بیگم نے بڑی مشکل سے انہیں روکا۔ شہزین کو اس کے کمرے میں بند کر دیا گیا۔

شہزین نے تمام رات روتے ہوئے گزاری۔ اسے افسوس اپنے اوپر الزام لگنے کا نہیں تھا بلکہ اسے نوشیرواں کی نارسائی کا دکھ رلا رہا تھا۔ اسے نوشیرواں سے ایسے رویے کی امید نہ تھی۔ اس کی نظروں میں شہزین نے اپنے لیے بدگمانی اور حقارت دیکھی تھی۔ صبح ہوتے ہی نوشیرواں اور اس کے گھر والے چلے گئے۔ تایا اور چچا نے تو شہزین سے بات کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ تائی صابرہ اس کی شکل دیکھنا نہیں چاہتی تھیں کہ اس کی وجہ سے مہران گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

چچی اور تائی سب کے جانے کے بعد اس کے پاس آئی تھیں اور بنا کچھ پوچھے اسے پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بے حس و حرکت بیٹھی چپ چاپ مار کھاتی رہی۔ جب وہ دونوں مارتے مارتے تھک گئیں تو خود ہی رک گئیں۔ شہزین کا سکون اور اطمینان ان کے غصے کو مزید ہوا دے رہا تھا۔

"اب بولتی کیوں نہیں بے غیرت، بے حیا، آوارہ حرافہ کہیں کی۔ تیری وجہ سے میرا بیٹا گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ بدکردار ماں کی......"

"بس کریں۔ بہت ہو گیا۔ مجھے جو مرضی کہہ لیں مگر میری ماں کا نام مت لیں۔" وہ ایک دم بول اٹھی۔

"کیوں نہ لوں نام۔ ایک نہیں سو بار کہوں گی کہ تیری ماں بھی بدکردار تھی اور تو بھی ویسی ہی ہے۔"

"بس۔ بہت برداشت کر لیا میں نے۔ خبردار کسی نے میری ماں کا نام لیا۔" اس میں جانے اتنی جرات کہاں سے آ گئی تھی۔ صابرہ اور صفیہ اس کی اس ہمت پر بے حد حیران تھیں۔ اف تک نہ کرنے والی آج ان کے مقابل کھڑی ہو گئی تھی۔

"ارے زبان تو دیکھو کیسی کترکتر چلتی ہے۔ میں تو کہتی ہوں اس کے تایا اور چچا سے کہہ کر اس کو کہیں چلتا کرو۔" صفیہ بیگم نے کہا اور وہ دونوں کمرہ بند کر کے باہر چلی گئیں۔

وہ دو دن سے کمرے میں بند تھی۔ کسی نے اس سے کھانے تک کا بھی پوچھنا گوارا نہیں کیا تھا۔ تیسرے دن ہما اس کو کھانا دینے آئی تھی۔

"یہ کھا لو۔ اور ہاں، آج رات کو تمہارا نکاح ہے۔" وہ اتنا کہہ کر باہر نکل گئی۔

"نکاح۔ میرا نکاح! مگر کس سے؟ مہران بھائی...... نہیں نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میرے اللہ! مجھ پر رحم کر۔" وہ سوچوں کے گرداب میں پھنسی رہی۔ دو دن سے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے نقاہت ہو رہی تھی۔ مجبوراً کھانا زہر مار کرنا پڑا۔

"یہ پہن لو۔" چچی نے عاصمہ کا پرانا مگر قدرے بہتر سوٹ اس کو دیا۔

"پلیز، مجھ پر یہ ظلم نہ کریں۔ مہران بھائی بے قصور ہیں۔" نکاح سے کچھ دیر پہلے وہ رونے لگی تھی۔

"چپ کر کے بیٹھی رہو۔ تمہاری شادی فہیم سے ہو رہی ہے۔"

"کک...... کیا...... مگر......" وہ اس سے آگے کچھ نہ بول سکی تھی۔ اچانک فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔

"ہائے میرے اللہ۔ یہ کیا ہو گیا۔" تائی صابرہ گھبرا گئیں۔ ہما نے پردہ کھسکا کر باہر دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی۔ چار نقاب پوش لان میں موجود مردوں کو سرونٹ کوارٹر کی طرف دھکیل رہے تھے۔

"امی! یہ تو ڈاکو ہیں۔" وہ چلائی۔ اس سے پہلے کہ وہ دروازہ بند کرتی، وہ چاروں اندر گھس آئے۔

Famous Urdu Novels free pdf library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

سب کی چیخیں نکل گئیں۔

''خاموش۔'' ان میں سے ایک دہاڑا۔

''گھر تو اچھا خاصا ہے۔''

''مجھے تو بھوک لگی ہے۔'' وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے۔

''تو، تو ویسے ہی ندیدہ ہے۔'' ایک نے اس کے شانے پر دھپ رسید کی۔ سب گھر والے حیرت سے آنکھیں پھاڑے انہیں گفتگو کرتے دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنی نوعیت کے مختلف ڈاکو تھے۔

''سنو لڑکی! جا کر ہمارے لیے کافی بناؤ۔ بلیک اسٹرونگ ود کریم ڈپ۔'' ایک نے ہما کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''مم...... میں......''

''جی ملکۂ عالیہ آپ سے ہی کہا ہے۔''

''مگر مجھے تو...... کافی بنانا نہیں آتی۔''

''واٹ؟ تم کیسی عورت ہو۔ تمہیں کافی بنانا نہیں آتی۔''

''اُفوہ، بحث چھوڑو۔ تم میں سے جس کو بھی کافی بنانا آتی ہے، جا کر بنائے۔'' دوسرے نے اکتا کر کہا اور پیر پسار کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ شہرین خاموشی سے اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ ڈاکوؤں کا ایک ساتھی اس کے پیچھے پیچھے کچن میں چلا آیا۔ شہرین کافی بنا رہی تھی، جبکہ وہ اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس کا ہاتھ بار بار لرزنے لگتا تھا۔

''تم اتنی نروس کیوں ہو رہی ہو؟''

''جج...... جی......''

''تم جیسی جی جی کرنے والی لڑکیاں زہر لگتی ہیں مجھے۔'' وہ فریج کھول کر دیکھنے لگا۔

''اوہ، کافی کیک۔ کافی کی ساتھ خوب مزا دے گا۔ اس کے پیسز کر کے ساتھ رکھ دو۔'' وہ اس سے یوں مخاطب تھا، جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔ شہرین نے کیک تھام لیا۔ وہ حیرت زدہ سی کھڑی تھی۔ اپنے انداز اور لب و لہجے سے وہ بالکل ڈاکو نہیں لگتا تھا۔

''اے...... تم کہاں جا رہی ہو؟'' ہما کو اندر کی طرف بڑھتا دیکھ کر ایک ساتھی چلایا۔

''وہ...... میں...... باتھ روم......''

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، جاؤ۔ اور سنو۔ زیادہ ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو ان سب کو بھون کر رکھ دوں گا۔''

ہما نے اندر جا کر جھپٹ کر کارڈلیس اٹھایا اور باتھ روم میں گھس گئی۔

''پولیس اسٹیشن کا نمبر تو مجھے معلوم ہی نہیں ہے۔ اب کیا کروں۔'' وہ بے چینی سے اِدھر اُدھر چکرانے لگی، پھر ایک خیال آنے پر ساتھ والوں کا نمبر ڈائل کیا۔

''ہیلو...... ہیلو...... میں آپ کے برابر والے گھر سے بول رہی ہوں...... وہ...... وہ ہمارے گھر ڈاکو آ گئے ہیں...... جی...... پلیز...... آپ پولیس کو فون کر دیجیے۔ جی...... بڑی مہربانی۔'' اس نے لائن ڈس کنکٹ کر کے سکھ کا سانس لیا۔

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

''لو بھئی۔ کافی کے ساتھ کافی کیک کا مزہ لو۔'' اس نے ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھا۔

''یار، فٹافٹ کام پورا کرو۔ وہاں سرونٹ کوارٹر میں بے چاروں کا دم گھٹ رہا ہوگا۔'' ایک ڈاکو مسکرایا۔

ابھی وہ کھا پی کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ پولیس کی گاڑیوں کے سائرن کی آوازیں آنے لگیں۔

''لگتا ہے، پولیس آ گئی ہے۔'' وہ گھبرا گئے۔

''یہ...... یہ لڑکی...... اسی نے بلایا ہے پولیس کو۔''

ایک غرا کر ہما کی طرف لپکا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹی۔

''دفع کرو اسے۔ یہاں سے نکلنے کا طریقہ سوچو۔'' ان میں سے ایک نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔

''ہم بہ آسانی یہاں سے نکل جائیں گے۔''

''وہ کیسے؟''

''ایسے۔'' اس نے آگے بڑھ کر قریب ہی کھڑی شہرین کو دبوچ لیا۔ شہرین کی چیخ نکل گئی۔ وہ چاروں

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

شہزین کو لے کر باہر کی طرف بڑھے۔

"آگے مت بڑھنا ورنہ اس لڑکی کو جان سے ماردوں گا۔" شہزین کو یرغمال بنا کر وہ بہ آسانی پولیس کے درمیان سے گزر کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ کچھ دور تک پولیس کی گاڑیوں نے ان کا پیچھا کیا تھا۔ ٹریفک کے رش کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ بہت جلد پولیس کی نظروں سے اوجھل ہوگئے تھے۔

❖❖❖

"شکر ہے، بچ گئے۔" راحیل نے گاڑی کی رفتار دھیمی کرتے ہوئے کہا۔

"پہلا ہی ایکسپیرئینس اتنا خراب ہوا ہے۔" دائب نے بالوں میں ہاتھ چلایا۔

"اس لڑکی کا کیا کریں؟" اچانک راحیل کی نظر دائب اور عثمان کے درمیان بیٹھی لڑکی پر پڑی۔

"یہ تو لگتا ہے، بے ہوش ہوگئی ہے۔" دائب نے اس کے ڈھلکے سر کو اپنے ہاتھوں سے اٹھایا۔

"تمہیں ضرورت کیا تھی، اس لڑکی کو ساتھ لانے کی؟" شازار دائب کی طرف متوجہ ہوا۔

"ماشاء اللہ، موصوف فرما رہے ہیں، ضرورت کیا تھی۔ ابے الو! اسی کی وجہ سے تو آج پولیس کے چنگل سے بچ کر آئے ہیں۔"

"تو اور کیا۔ اگر دائب کی سمجھ داری وقت پر کام نہ کرتی تو آج ہم چاروں جیل میں بیٹھے پولیس کے اس چھتر سے مار کھا رہے ہوتے جس پر لکھا ہوتا ہے۔ چن کتھاں گزاری آئی رات وے۔" عثمان نے بات مذاق میں اڑائی۔

"یہ اچھا نہیں ہوا۔" راحیل نے تاسف سے سر ہلایا۔

"ایسا کرتے ہیں، اسے واپس اس کے گھر چھوڑ آتے ہیں۔" عثمان نے مشورہ دیا۔

"کیوں نہیں۔ مگر وہاں ہمارے استقبال کو ابھی تک پولیس کھڑی ہوگی۔" دائب نے طنز سے کہا۔

"پھر ایسا کرتے ہیں اسے یہیں سڑک پر چھوڑ جاتے ہیں۔ ہمارے سر سے تو بلا ٹلے۔" عثمان نے کہا۔

"یہ تو ظلم ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا۔" شازار نے کہا۔

"پھر کیا کریں؟ اس کو ساتھ لئے کہاں پھریں گے؟" راحیل نے کہا۔

"آج رات تو دائب کے فلیٹ پر گزارتے ہیں۔ کل دیکھیں گے کیا کرنا ہے۔" عثمان نے مشورہ دیا جو سب کے دل کو لگا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ دائب کے فلیٹ پر تھے۔

"اس لڑکی کو تو ہوش میں لاؤ۔" دائب کے کہنے پر شازار نے پانی کے چھینٹے اس کے منہ پر مارے۔

"پا...... پا......" اس نے کراہ کر دھیرے سے آنکھیں کھولی تھیں۔ "آ......" اپنے اوپر چار لڑکوں کو جھکا دیکھ کر اس نے فلک شگاف چیخ ماری۔ وہ چاروں اچھل کر پیچھے ہٹے۔

"نان سینس۔" شازار نے منہ بنایا۔ شہزین نے ہراساں ہو کر اپنے اردگرد نگاہ دوڑائی۔ وہ اس وقت صوفے پر موجود تھی۔ وال ٹو وال کارپیٹڈ کمرہ تھا۔ براؤن بیڈ صوفے پردے اور براؤن ہی قالین تھا۔ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر ٹیبل لیمپ رکھا تھا۔ دوسری طرف ٹیلی فون سیٹ اور ایک ڈائری پڑی تھی۔ سامنے دیوار پر مختلف پوسٹرز لگے تھے۔ وارڈروب کھلی تھی جس میں ٹھنسے ہوئے کپڑے جھانک رہے تھے۔ صوفے کے سامنے پڑی میز کے نیچے میگزینز اور ڈرائی فروٹس کے چھلکوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ بیڈ کے نیچے سے جوتے اور ان میں ٹھنسے ہوئے موزے جھانک رہے تھے۔ اس نے ایک ہی نظر میں جائزہ لے لیا تھا۔

"مم...... میں کہاں ہوں؟" اس کی مری مری سی آواز نکلی تھی۔

"نرغے میں۔" عثمان نے فوراً جواب دیا۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"فارگاڈ سیک یار۔ کتنی دفعہ کہا ہے انڈین موویز کم دیکھا کرو۔" دائب نے اسے لتاڑا۔

"سوری۔ اب میں اسٹوپڈ سی پاکستانی موویز تو دیکھنے سے رہا۔" عثمان نے منہ بنایا۔

"ایک طرف تو انڈیا کے خلاف بولتے رہتے ہو اور دوسری طرف انہی کی فلمیں دیکھتے ہو۔"

"ابھی میں اتنا پاگل نہیں ہوا کہ دومن کی دھوبن جیسی ہیروئن کو کھیتوں کو تباہ کرتے ہوئے دیکھ سکوں۔"

"یعنی تھوڑے پاگل تو ہو۔"

"افوہ۔ تم لوگ کس بحث میں پڑ گئے ہو۔" راحیل نے اکتا کر کہا۔

"ایسا کرتے ہیں، اس کو اس کے گھر چھوڑ آتے ہیں۔ اب تک تو پولیس جا چکی ہوگی۔" عثمان نے کہا۔

"یعنی اتنی دور دوبارہ...... نو...... مجھ میں ہمت نہیں ہے۔" شازار بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گیا۔

"پھر صبح کچھ طے کریں گے۔ اب تو نیند آرہی ہے۔" دائب نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ وہ لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے اور شہزین ہونقوں کی طرح ان کے منہ دیکھ رہی تھی۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" عثمان نے دہائی دی۔

"کمینے، ابھی تو کافی اور کیک ٹھونس کر آیا ہے۔" راحیل نے اس کی پیٹھ پر دھپ رسید کی۔

"تو کیوں مر رہا ہے۔ تیرے باپ کا تو نہیں کھا رہا۔" عثمان نے پیٹھ سہلاتے ہوئے کہا۔

"اپنے باپ کا بھی نہیں کھا رہا۔" راحیل نے دوبدو جواب دیا۔

"جس کو بھی بھوک لگی ہے، خود ہی کچن میں جا کر کھالے۔" دائب بیڈ پر پھیل کر لیٹ گیا۔ شازار اس کے برابر لیٹا تھا۔ عثمان کچن کی طرف چلا گیا۔ راحیل نے دائب کے سر کے نیچے سے تکیہ کھینچ کر قالین پر رکھا اور خود لیٹ گیا۔ جواباً دائب نے فون کے قریب رکھی ڈائری اسے دے ماری۔ وہ بلبلا کر اٹھا۔

"کیا مصیبت ہے۔ سونے بھی دو گے کہ نہیں۔" وہ چلایا۔ جواباً راحیل اور دائب اچھے بچے بن کر لیٹ گئے۔ شازار کے غصے سے وہ تینوں ڈرتے تھے۔

اچانک عثمان کی چیخوں کی آواز پر وہ تینوں دوڑ کر کچن کی طرف گئے۔

"کیا ہوا؟"

"وہ...... وہ وہاں فریج کے نیچے اتنا موٹا چوہا......"

"دھت تیرے کی۔ کمینہ۔" راحیل نے سر جھٹکا۔

"تیرے اندر تو مجھے کسی مرے ہوئے چوہے کی روح لگتی ہے۔ منحوس، ڈرپوک۔" دائب نے اسے بری طرح لتاڑا۔ شازار بنا کچھ کہے سر جھٹک کر واپس مڑ گیا۔ شہزین سر گھٹنوں میں دیئے سسک رہی تھی۔

"کیا مصیبت ہے۔ کیوں رو رہی ہو؟" وہ بگڑ کر بولا۔

شہزین نے روتے روتے سر اٹھایا۔ آنسوؤں سے متورم چہرہ اور سرخ ہوتی ناک۔ وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ شازار بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا۔ شہزین بدستور روتی رہی۔

"اب اگر آواز نکالی تو گلا دبا دوں گا۔" وہ دہاڑا۔ شہزین سہم گئی۔ دائب، راحیل اور عثمان آگے پیچھے اندر داخل ہوئے۔

"یار۔ لائٹ آف کردے۔ شدید نیند آرہی ہے۔" دائب نیند کا بہت کچا تھا۔ راحیل لائٹ آف کرتے کرتے رک گیا۔

"اس کا کیا کریں؟" شہزین کی طرف اشارہ کیا۔

"واقعی۔ یہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں تھا۔" دائب نے کہا۔

"ساتھ والا کمرہ بھی تو ہے۔ سنو لڑکی، تم وہاں جا کر سو جاؤ۔" شازار نے بے زاری سے اسے مخاطب کیا۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"سنا نہیں تم نے۔" وہ گرجا۔

"ایزی یار۔ وہ بے چاری خوف زدہ ہے اور تم اپنے خونخوار انداز سے اسے مزید ڈرا رہے ہو۔" عثمان نے کہا اور پھر شہزرین کی طرف متوجہ ہوا۔ "سنو۔ ادھر میرے ساتھ آؤ۔" وہ پھر بھی وہاں سے نہ ہلی۔

"افوہ۔ میں تمہیں کھا نہیں جاؤں گا۔ چلو آؤ۔" مگر وہ تو گویا پتھر کی ہوگئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ پھر ساری رات اسی طرح بیٹھی رہو۔ نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں رہا۔" اس نے خفا ہو کر لائٹ آف کردی۔ کمرے میں ایک دم اندھیرا چھا گیا۔ شازار اور دائب بیڈ پر لیٹ گئے۔ راحیل اور عثمان نیچے قالین پر سو گئے۔ اندھیرے سے آنکھیں مانوس ہوئیں تو کمرے کا ماحول واضح ہوا۔ شہزرین صوفے کے کونے میں دبک کر بیٹھی رہی۔ وہ چاروں تھوڑی ہی دیر میں غافل ہوگئے تھے۔ شہزرین کچھ دیر سر گھٹنوں میں دیئے سسکتی رہی۔ پھر ذرا آنسو تھمے تو دھیان گھر کی طرف چلا گیا۔

"اوہ! آج تو میرا نکاح تھا۔" اسے گویا یاد آیا۔

"وہاں سب پریشان ہو رہے ہوں گے۔" ایک دم خیال آیا۔ "پریشان اور تمہارے لیے۔ ہاہا۔ شہزرین بی بی۔ وہ تو جان چھوٹ جانے پر شکر ادا کر رہے ہوں گے۔" اندر کوئی ہنسا تھا۔ انہی سوچوں میں الجھتی وہ ساری رات ایسے ہی بیٹھی رہی۔ ایک انجانا سا خوف اس کی نیند پر حاوی ہوگیا تھا۔

❖❖❖

"اے میں تو کہتی ہوں کہ اس کا اپنا کوئی چکر ہوگا۔ جبھی تو نکاح کے روز ہی اس کا عاشق اسے لے گیا۔" تائی صابرہ کی سوچ بس یہیں تک کام کرتی تھی۔

"تو اور کیا۔ لو بتاؤ بھلا۔ ڈاکو کیا ایسے ہوتے ہیں۔ نہ کچھ لیا نہ اٹھایا۔ بس لڑکی کو لے کر چلتے بنے۔ میں نے تو ہاشمی صاحب سے کہہ دیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے گئی ہے، کوئی ضرورت نہیں ہے، تھانے کچہریوں کے چکر کاٹنے کی۔" صفیہ چچی نے کہا۔

"میں تو کہتی ہوں، اچھا ہوا کم بخت سے جان چھوٹ گئی۔ بس میرا مہران گھر واپس آجائے۔" صابرہ بیگم نے ایک سرد آہ بھری۔

"نوشیرواں اس دن کے بعد سے واپس ہی نہیں آیا۔ بچہ بے چارہ کیا سوچتا ہوگا کہ اس گھر کی لڑکیاں......"

"ارے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ بدبخت ہمارے گھر میں ملازمہ جیسی تھی۔ بھلا اس کا اور ہماری معصوم بچیوں کا کیا مقابلہ۔"

"امی......امی......مہران بھائی آگئے۔" عمران دوڑتا ہوا آیا۔

"کیا! میرا بچہ آگیا۔ میرا لعل۔ میرا چاند۔" تائی صابرہ بے قرار ہو کر اٹھیں۔ سامنے ہی مہران چلا آرہا تھا۔ وہ پورے چار دن بعد گھر آیا تھا۔ تھکا تھکا سا۔ کمزور سا۔

"میرا چاند۔ میرے جگر کا ٹکڑا۔ کہاں چلا گیا تھا، ماں کو چھوڑ کے۔" وہ اس کے گلے لگ کر رونے لگیں۔

"آپ کو جب مجھ پر اعتبار ہی نہیں رہا......"

"نہ نہ میرے بچے۔ مجھے تجھ پر پورا اعتبار ہے۔ بس اب کہیں نہ جانا۔"

"کیسے ہو مہران؟" ضماد کمینگی سے مسکراتا اس کے سامنے آگیا۔

"امی! اس سے کہہ دیں، میرے منہ نہ لگا کرے۔" وہ یہ کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ ضماد سیٹی پر انگلش گانے کی دھن بجاتا باہر چلا گیا۔

❖❖❖

صبح ہونے سے تھوڑی ہی دیر پہلے اس کی آنکھ لگی تھی۔ دائب کچھ دیر یونہی کسلمندی سے بستر میں لیٹا رہا۔ ٹائم دیکھا تو صبح کے نو بج رہے تھے۔

"ابے اٹھ جا۔ دن چڑھ آیا ہے۔" اس نے شازار کے سر کے نیچے سے تکیہ اور راحیل کے اوپر سے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کمبل کھینچا۔ مگر وہ دونوں ڈھیٹ دوبارہ سو گئے۔ واش روم کی طرف جاتے ہوئے اس کی نظر صوفے پر سوئی ہوئی شہرین پر پڑی۔ شاید ساری رات روتی رہی تھی۔ گالوں پر آنسوؤں کے نشان تھے۔ وہ بلاشبہ بے حد حسین تھی اور سوتے ہوئے بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ وہ بغور اس کے چہرے کے نقوش جانچنے لگا۔ ایک نادیدہ احساس کے تحت شہرین کی آنکھ کھل گئی۔ اس پر جھکا دائب ایک دم گڑبڑا کر سیدھا ہوا اور واش روم کی طرف چلا گیا۔ ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے اس کی ٹانگیں اکڑنے لگی تھیں۔ وہ دھیرے سے اٹھی اور کمرے سے باہر آ گئی۔ یہ شاید ٹی وی لاؤنج اور ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ وہ کچھ دیر ادھر ادھر ٹہلتی رہی۔

"سنو۔" دائب کی آواز پر وہ پلٹی اور کچھ خوفزدہ ہو کر پیچھے کی طرف ہٹی۔ "دیکھو ڈرو نہیں، میں...... میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔" وہ پھر بھی کھڑی رہی۔

"جو بھی ہوا...... مجھے...... ہمیں بہت افسوس ہے۔ ہم ......ہم کوئی عادی چور یا ڈاکو نہیں ہیں۔ بس وہ......"

"کس سے باتیں کر رہا ہے، صبح ہی صبح۔" شازار ادھر ہی چلا آیا۔ شہرین کو دیکھ کر ایک دم رک گیا۔

"سنو۔ تم فکرمند نہ ہو۔ ہم ابھی تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آئیں گے۔" شازار نے گویا تسلی دی۔

"مم...... میرا گھر؟"

"ہاں۔ تمہارا گھر۔"

"مگر میرا تو کوئی گھر نہیں ہے۔" اس کا انداز کھویا کھویا سا تھا۔

"میرا خیال ہے، صدمے سے بے چاری کا دماغ چل گیا ہے۔" شازار نے مذاق میں بات اڑائی۔

"میں...... میں سچ کہہ رہی ہوں...... میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ کوئی نہیں ہے میرا اس دنیا میں۔" وہ سسکنے لگی تھی۔ دائب اور شازار نے الجھ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"دیکھو تم روؤ نہیں۔ ہم تمہیں بحفاظت تمہارے گھر پہنچا دیں گے۔" دائب نے کہا۔

"میں...... میں وہاں نہیں جاؤں گی۔"

"لڑکی! تمہارا دماغ تو درست ہے۔ وہاں نہیں جاؤ گی تو پھر کہاں جاؤ گی؟"

"آ...... آپ مجھے مار ڈالیں۔ زندہ درگور کر دیں مگر اب میں وہاں نہیں جاؤں گی۔"

"مگر کیوں؟"

"وہ...... وہ مجھے قبول نہیں کریں گے۔" اس نے روتے روتے سر جھکا لیا۔

"آئی سی۔" شازار کی کشادہ پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ دائب بھی پرسوچ انداز میں سر ہلانے لگا۔

"مگر وہ تمہیں کیوں قبول نہیں کریں گے؟ تم ان کی بیٹی......"

"نہیں ہوں میں ان کی بیٹی۔"

"یار۔ یہ لڑکی میری سمجھ سے باہر ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے پیٹ بھرا ہونا ضروری ہے۔ خالی پیٹ اتنی بحث کرنا میرے بس کا کام نہیں ہے۔ میں شاور لے لوں۔ تم جب تک ناشتے کا انتظام کرو اور ان مردودوں کو بھی جگا دو۔" شازار ہدایات دیتا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ دائب اندر جا کر راحیل اور عثمان کو جگانے لگا۔ شہرین لاؤنج میں ہی گم سم بیٹھی رہی۔

"میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں۔ تائی صابرہ اور چچی صفیہ تو مجھے اپنے گھر میں قدم بھی نہ رکھنے دیں گی۔ تایا اور چچا سے کیا امید رکھوں۔ وہ تو خود اپنی بیویوں کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ زندگی تو مجھ پر پہلے ہی بہت تنگ تھی۔ اب جی کر کیا کروں گی۔ عماد ہاشمی، تم زندگی بھر خوشی کے لیے ترسو گے۔ خدا انصاف کرنے والا ہے۔" اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کیے۔

"ناشتا بن گیا؟" شازار تولیے سے بال رگڑتا باہر نکلا۔

FAMOUS URDU NOVELS PDF LIBRARY

"نواب کی اولاد۔ پوچھ ایسے رہا ہے، جیسے یہاں اس کی بیوی اس کے نخرے اٹھانے کو بیٹھی ہو۔" راحیل نے جل کر کہا اور آملیٹ بنانے لگا۔

"ابے او۔ مرے ہوئے چوہے کی روح۔ چائے بنا رہا ہے یا اپنے پائے گلا رہا ہے۔" دائب، عثمان سے مخاطب ہوا جو کافی دیر سے چائے بنانے کی کوششوں میں لگا تھا۔

"بکواس بند کرو۔ ایک تو تم کمینوں کے لیے چائے بنا رہا ہوں، اوپر سے فقرے بازی کر رہے ہیں۔ اس راج کمار کو کوئی کچھ نہیں کہتا جو صبح سے مزے سے شاہی غسل خانے میں گھسا ہوا ہے۔"

"ہاں بھئی۔ ناشتا ریڈی ہے۔" شازار نکھرا نکھرا ڈائننگ ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"مہاراج! سب کچھ تیار ہے۔ صرف کھانے کی دیر ہے۔" عثمان نے طنز کیا۔ شازار مسکرانے لگا۔

"مہاراج، ناشتا کریں تو سارے برتن دھو دیجئے گا۔" دائب نے سلائس پر مکھن لگاتے ہوئے کہا۔

"اب میں برتن دھوتا کیا اچھا لگوں گا۔ ویسے بھی خدا نے مجھے ان کاموں کے لیے تھوڑی پیدا کیا ہے۔"

"ابے او، ہالی وڈ کے گیٹ کے باہر بیٹھنے والے ہیرو! ہوش میں آجا۔ ہمیں بھی خدا نے تیری خدمتیں کرنے کے لیے اس دنیا میں نہیں بھیجا۔" راحیل نے کہا۔

"اچھا یار اب چائے تو دے دے۔" شازار عثمان سے مخاطب ہوا۔ عثمان نے چائے کے کپ ان تینوں کے سامنے رکھے اور اپنا کپ لے کر کچن کاؤنٹر پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ چائے پیتے ہوئے اس کی نظر سامنے بیٹھی شہزرین پر پڑی۔

"اوئے۔" عثمان نے راحیل کی کرسی کو ٹھوکر ماری۔ راحیل کے ہاتھ سے کپ چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

"کیا مصیبت ہے۔ تجھے چین نہیں ہے۔" وہ بگڑا۔

"خود تو مزے سے ٹھونس رہے ہو۔ اس بے چاری کو تو ناشتے کا پوچھا تک نہیں ہے۔" عثمان کے کہنے پر ان تینوں نے بے اختیار شہزرین کی طرف دیکھا تھا۔

"سنو، یہ ناشتا کرلو۔" دائب چائے کا کپ، دو سلائس اور آملیٹ لے کر اس کے پاس گیا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" شہزرین نے سر گھٹنوں میں دے دیا۔

"تم ناشتا کرلو۔ پھر ہم تمہیں چھوڑ آئیں گے۔"

"کہاں چھوڑ آؤ گے مجھے؟" وہ ایک دم چلا اٹھی۔

"میں نے کہا ناں، میرا کوئی گھر نہیں ہے۔" اس کے چلانے پر وہ چاروں پریشان ہو گئے۔

"تو ہٹ دائب۔ میں بات کرتا ہوں۔" شازار اس کی طرف آیا۔ "تمہارے ساتھ کیا ٹریجڈی ہے۔ تم اتنی خوفزدہ کیوں ہو؟" شہزرین نے آنسو بھری آنکھوں سے اس کی طرف یوں دیکھا، جیسے کہہ رہی ہو اغوا سے بڑی ٹریجڈی کیا ہوگی۔ شازار بے اختیار نظریں چرا گیا۔

"تم وہاں کیوں نہیں جانا چاہتیں؟ آخر یہ کیا معاملہ ہے کہ تم اپنے گھر جانے کو تیار نہیں، جب کہ ہم بخوشی تمہیں وہاں چھوڑنے کو تیار ہیں۔ ٹھیک ہے غلطی ہم سے ہوئی کہ اپنی جان بچانے کی خاطر تمہیں ڈھال کے طور پر استعمال کیا مگر اب ہم زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ تمہیں بحفاظت تمہارے گھر چھوڑ دیں۔" شازار اس کی ضد پر بھڑک اٹھا تھا۔ شہزرین کی سسکیاں ایک دم بند ہو گئی تھیں۔

"شہزرین بی بی۔ کیا لگتے ہیں یہ تیرے۔ تو کس برتے پر ان سے ضد کر رہی ہے۔ تو چپ چاپ گھر چلی جا۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ تو ایک ہے اور یہ چار جوان لڑکے۔ خدانخواستہ......" اس سے آگے سوچ کر ہی اس نے جھرجھری لی۔

"کرم نوازی کا شکریہ۔ میں خود چلی جاؤں گی۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

اس نے دوپٹہ درست کرکے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔

"دائب! گاڑی نکالو۔ میں خود اسے چھوڑ کر آؤں گا۔" شازار نے ازراہ مذاق کہا۔

"میں چلی جاؤں گی۔" وہ باہر نکل گئی۔ شازار اور دائب اس کے پیچھے ہی باہر نکلے۔

"ٹھیک ہے۔ مگر ایک نظر اس بلڈنگ سے باہر بھی ڈال لو۔ شہری آبادی سے یہ جگہ خاصی دور ہے۔ یہاں دور دور تک کوئی رکشہ یا ٹیکسی نہیں ملے گی۔ اور تم پیدل چل چل کر مر جاؤ گی۔"

"اچھا ہے ناں' مر جاؤں۔"

"تم بہت ہی اذیت پسند ہو۔" شازار کی بات اسے ماضی میں لے گئی۔

"تم اتنی خود اذیتی کا شکار کیوں ہو؟"

"تم اپنے آپ کو اذیت دے کر محض اپنا نقصان کررہی ہو۔"

"مجھے تم سے ہمدردی نہیں بلکہ تمہارا خیال ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں تمہاری زندگی سے تلخیوں کو کم کرنا چاہتا ہوں۔" نوشیرواں کی باتیں یاد کرکے ایک تلخ سی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھوگئی۔

"مائی گاڈ۔ تم تو مجھے پاگل لگتی ہو۔ کبھی رونے لگتی ہو تو کبھی خود بخود ہنسنے لگتی ہو۔ کیا خیال ہے' دائب! راستے میں کوئی پاگل خانہ پڑتا ہے؟" وہ شرارتاً دائب سے مخاطب ہوا۔

"شٹ اپ یار۔ سنو' تم ہم پر بھروسہ کرو۔ ہم بحفاظت تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آئیں گے۔" دائب کے کہنے پر وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ شازار ڈرائیو کررہا تھا۔ دائب اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ راحیل اور عثمان ساتھ نہیں آئے تھے۔ "ہاشمی ولا" کے گیٹ سے ذرا دور گاڑی رکی تھی۔

"اگر تم مجھے زندہ دفن کردیتے تو کبھی مجھے اتنا افسوس نہ ہوتا' جتنا مجھے یہاں واپس لانے پر ہورہا ہے۔" گاڑی سے اترتے ہوئے اس نے کہا۔ شازار اور دائب دور تک اسے جاتا ہوا دیکھتے رہے' جب تک کہ وہ ہاشمی ولا کے گیٹ سے اندر داخل نہ ہوگئی۔

❖❖❖

"تجھے ہمت کیسے ہوئی' یہاں قدم رکھنے کی۔"

"جانے کہاں منہ کالا کرکے پھر آگئی ہے ہمارے سینوں پر مونگ دلنے۔" تائی اور چچی کی زبانیں زہر اگل رہی تھیں۔ عاصمہ' ہما' حماد اور عمران تماشا دیکھنے کے لیے کھڑے تھے۔ وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی۔

"اب بولتی کیوں نہیں' بے غیرت' بے حیا۔" چچی نے دو ہتھڑ اس کی پیٹھ پر جمائے۔

"چچی! میں بے قصور ہوں۔ مجھے نہیں معلوم وہ کون لوگ تھے۔"

"واہ بی بی واہ۔ یہ خوب کہی تو نے۔ تو سمجھتی ہے' یہاں سب بے وقوف بیٹھے ہیں۔ بڑے ہی شریف ڈاکو تھے' جوان جہان لڑکی کو ایک رات رکھ کر صبح واپس بھیج دیا۔ بنا کچھ کہے۔" تائی صابرہ چمک کر بولیں۔

وہ کٹ کر رہ گئی۔

"میں کہتی ہوں' جہاں سے آئی ہے' وہیں چلی جا واپس۔ یہ کوڑے کا ڈھیر ہم اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتے۔ اپنے تایا اور چچا کے آنے سے پہلے چلی جا۔"

"خدا کے لیے مجھ پر رحم کریں۔ میں بے قصور ہوں' بے گناہ ہوں۔" وہ فریاد کرنے لگی مگر وہاں صرف پتھر تھے۔

"لگتا ہے' تو ایسے نہیں مانے گی۔ تجھے دھکے دے کر نکالنا پڑے گا۔" چچی نے اسے بازو سے پکڑ کر باہر نکالا۔

"خدا کے لیے مجھ پر رحم کریں۔ میں کہاں جاؤں گی۔ میرا کوئی آسرا نہیں ہے۔" وہ بری طرح بلکنے لگی تھی۔

"نکل یہاں سے ڈرامے باز۔" تائی صابرہ نے

FAMOUS URDU NOVELS PDF LIBRARY

اسے دھکا دیا۔ سر دیوار سے ٹکرا گیا۔ پیشانی پر ننھا سا گومڑ بن گیا۔ اس کی آہ وبکا کا ان پر مطلق اثر نہ ہوا اور اسے گھر سے نکال دیا گیا۔

"پاپا! مجھے یوں تنہا کس کے سہارے چھوڑ گئے تھے۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔ پاپا' یہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔ دیکھیں آج آپ کی لاڈلی آپ کی شہزادی بالکل بے آسرا ہو کر رہ گئی ہے۔" سڑک کے عین درمیان میں چلتے ہوئے وہ بری طرح رو رہی تھی۔ "مجھے...... مجھے مرجانا چاہیے۔" یہ خیال ذہن میں آتے ہی وہ دیوانہ وار دوڑنے لگی تھی۔ سامنے سے آتی ہوئی گاڑی کے ٹائر چرچرائے اور پھر اسے کوئی ہوش نہ رہا۔

"میں...... بے قصور...... مت مارو...... پاپا...... پاپا...... مرنا چاہتی ہوں...... مت مارو......" ہوش میں آتے ہی بے ربط سے جملے اس کی زبان سے ادا ہوئے تھے۔ اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ پورے دو دن بعد اسے ہوش آیا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو جانے کون کون سے زخموں سے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ ڈاکٹر کے کہنے پر نرس نے اسے سکون کا انجکشن دے دیا۔ تین چار دن بعد وہ قدرے بہتر ہوئی۔ اردگرد کے ماحول سے اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ اسپتال میں تھی۔ وہ اپنے زندہ بچ جانے پر تقدیر سے شاکی تھی۔ ڈاکٹرز اور نرسیں اسے زبردستی دوائیاں کھلاتے۔ ایک عورت ہمہ وقت اس کی دیکھ بھال پر مامور تھی۔ جانے وہ کون تھی؟

پندرہ دن بعد وہ بالکل ٹھیک ہوگئی تھی۔ وہ بے حد حیران تھی کہ آخر اس پر اتنی مہربانی کون کررہا ہے اور یہ عقدہ بھی جلد ہی کھل گیا' جب اسے ہاسپٹل سے ڈسچارج کیا گیا۔ وہ عورت جو ہاسپٹل میں اس کے ساتھ تھی' اس کے ہمراہ ڈرائیور کے ساتھ "بخاری لاج" پہنچی تھی۔ وہ متذبذب سی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" ایک پرشفیق آواز پر وہ کھڑی ہوگئی۔ موو کلر کی ساڑی میں ملبوس وہ ایک بے حد گریس فل سی خاتون تھیں۔ گرے بال جوڑے کی صورت میں لپٹے ہوئے تھے اور رم لیس فریم کا نفیس سا چشمہ انہیں بے حد باوقار بنا رہا تھا۔ شہزین ان کی شخصیت سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکی۔ "بیٹھ جاؤ۔" وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرکے خود بھی سامنے صوفے پر براجمان ہوگئیں۔

"تمہارے ذہن میں یقیناً ہمارے متعلق سوالات ہوں گے۔ مگر ان کے جواب سے پہلے ہم تمہارے متعلق جاننا چاہیں گے۔ تم کون ہو؟ کس کی بیٹی ہو؟ مرنا کیوں چاہتی تھیں؟"

"مم...... میں وہ......" آنسوؤں کا گولا حلق میں اٹکنے لگا۔ وہ نم آنکھیں ہاتھ کی پشت سے صاف کرنے لگی۔

"او کے۔ تم ابھی ریلیکس کرو۔ بعد میں باتیں ہوں گی۔ ہاجرہ! بی بی کو چھوٹے کمرے میں پہنچادو۔" وہ ساڑی کا پلو سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

❖❖❖

شہزین نے بیگم صہبا بخاری کو اپنے بارے میں سب کچھ کہہ سنایا تھا۔ وہ فطرتاً نرم دل خاتون تھیں۔ انہوں نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ گھر میں ان کے علاوہ ان کا بیٹا' بہو اور پوتی پوتا رہتے تھے۔ انہوں نے کبھی بھی بیگم صہبا بخاری کے کاموں میں دخل اندازی کی کوشش نہیں کی تھی۔ ان کے بیٹے اور بہو کی اپنی مصروفیات تھیں۔ ان کا پوتا فہد بخاری آسٹریلیا میں پڑھتا تھا اور آج کل چھٹیاں گزارنے پاکستان آیا ہوا تھا۔ ان کی پوتی علیزے آئی بی اے سے بزنس مینجمنٹ میں ماسٹرز کررہی تھی۔ اس کا بھی زیادہ تر وقت گھر سے باہر گزرتا تھا۔ شہزین کے آجانے سے بیگم صہبا کا زیادہ تر وقت گھر پر گزرنے لگا تھا۔ انہیں وہ ایک دم اپنی اپنی سی لگنے لگی تھی۔ شہزین انہیں روزانہ اخبار پڑھ کر سنایا کرتی۔ ان کے کھانے کا' کپڑوں اور

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

...اوں کا خیال رکھتی۔ اکثر ان کے سر میں تیل سے مالش کیا کرتی۔ بیگم صہبا کے کہنے پر ہی اس نے اپنی تعلیم برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ اس وقت بھی ان کے سر میں تیل سے مساج کر رہی تھی' جب فہد بخاری اندر داخل ہوا۔

"ہیلو گرینڈ ما۔" وہ ان کے سامنے جھکا۔

"ہیلو مائی چائلڈ۔" انہوں نے اس کی پیشانی کو چوما۔

"ہیلو سویٹی۔" اس نے شہزین کی طرف مسکراہٹ پاس کی۔ وہ اخلاقاً بھی نہ مسکرا سکی۔ اسے فہد بخاری کا یہ طرز تخاطب کچھ اچھا نہ لگتا تھا۔ مگر وہ ہر بار اسے ایسے ہی مخاطب کرتا تھا۔

"دادو! میں ذرا کچن تک جا رہی ہوں۔" وہ پیروں میں سلیپر ڈالتی باہر آ گئی۔

"گرینڈ ما۔ اس پر چیک رکھا کریں۔ کھا کھا کر موٹی ہوتی جا رہی ہے۔" فہد نے جان بوجھ کر اسے سنانے کی خاطر بلند آواز میں کہا' مگر وہ جا چکی تھی۔

"بہت سعادت مند بچی ہے۔"

"گرینڈ ما! بڑی جلدی اس نے آپ کا دل جیت لیا۔ یہ واقعی اس کا کارنامہ ہے۔" وہ مسکرایا۔

"شریر۔" بیگم صہبا نے اس کو چپت رسید کی۔

"اچھا یہ بتاؤ کب تک ہو یہاں؟"

"نیکسٹ منڈے میری فلائٹ ہے۔"

"تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟"

"میں! گرینڈ ما؟"

"ہاں' اور کون؟"

"گرینڈ ما! یہ آپ کو آج کل میری شادی کی اتنی فکر کیوں ہونے لگی ہے؟"

"یہ تو ایک فطری سی خواہش ہے۔"

"آئی ایم سوری گرینڈ ما۔ فی الحال میں اس جھنجٹ میں نہیں پڑنا چاہتا۔" وہ مسکرایا۔ شہزین دودھ کا گلاس تھامے اندر داخل ہوئی۔

"گرینڈ ما۔ آپ کے پاس سویٹی ہے ناں' پھر بہو کی کیا ضرورت۔" فہد بخاری کے کہنے پر جہاں شہزین ٹھٹکی تھی' وہاں بیگم صہبا بھی ایک لمحے کو ششدر رہ گئی تھیں۔

"افوہ گرینڈ ما۔ میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ آپ کو تنہا رہنے سے بوریت ہوتی تھی مگر اب تو سویٹی ہے آپ کے پاس۔ پھر مجھ غریب کو کیوں پھنسوانے کا ارادہ ہے۔"

"فہد! کبھی تو سیریس ہو جایا کرو۔"

"ابھی تو میں جا رہا ہوں۔ بعد میں اس ٹاپک پر بات ہوگی۔" وہ ہاتھ ہلاتا چلا گیا۔

"دادو! دودھ پی لیں۔"

"شہزین۔ یہ کیا تم مجھے روزانہ رات کو سونے سے پہلے بچوں کی طرح دودھ دے دیتی ہو۔"

"آپ کی صحت کے لیے یہ ضروری ہے۔ چلیں اب آرام سے پی لیں۔" شہزین نے دودھ کا گلاس ان کی طرف بڑھایا۔

کل فہد بخاری واپس میلبورن جا رہا تھا' اس لیے آج سب لوگ ڈنر پر اکٹھے تھے۔

"بھئی جب سے شہزین آئی ہے' کھانا بہت اچھا بننے لگا ہے۔" آصف بخاری نے کہا۔

"کیا بات ہے سویٹی۔ تمہاری بڑی تعریفیں ہونے لگی ہیں۔" فہد اس کی طرف دیکھ کر شرارت سے مسکرایا۔ وہ خاموش رہنے کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔

"اے لیزے! تم کب آ رہی ہو سڈنی؟" فہد اب علیزے سے مخاطب ہوا۔

"ابھی تو میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ شاید نیکسٹ ایئر پروگرام بن جائے۔" وہ چکن کا ٹکڑا فورک میں پھنساتے ہوئے بولی۔

"فہد! اگلی بار آپ آئیں گے تو شادی کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو کر آئیں گے۔" بیگم ناجیہ آصف

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بخاری نے فہد کو مخاطب کیا۔

"مائی گاڈ۔ لگتا ہے آج کل سارے گھر کو میری شادی کا بخار چڑھا ہوا ہے۔ ابھی چند دن پہلے گرینڈ ما نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا۔"

"ہاں تو ممی نے کچھ غلط تو نہیں کہا تھا۔" بیگم ناجیہ نے ساس کی تائید کی۔

"ایک شرط پر کروں گا شادی۔" وہ مسکرایا۔

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ مجھ سے پہلے لیزے کی شادی ہوگی۔"

"تو یوں سمجھو کہ علیزے کی شادی بھی ریڈی ہے۔" بیگم ناجیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واٹ ڈو یو مین مما؟" علیزے کے تیور سخت تھے۔

"رائے صاحب! اپنے بیٹے کے لیے کہہ رہے ہیں اور بھی ایک دو پرپوزلز ہیں مگر رائے صاحب والا پروپوزل بیسٹ ہے۔"

"میں کسی رائے وائے کے بیٹے سے شادی نہیں کروں گی۔" وہ کھانا چھوڑ کر چلی گئی۔ سب کے اچھے موڈ کا ستیاناس ہوگیا۔

صبح فہد بخاری کی فلائٹ تھی۔ سوائے علیزے کے باقی سب لوگ اسے ایئرپورٹ چھوڑنے جارہے تھے۔ علیزے کا موڈ رات سے آف تھا۔

"ڈیئر سسٹر! کیا ابھی تک موڈ آف ہے؟"

"تم جاؤ فہد۔ تمہیں دیر ہورہی ہے۔"

"بھئی اتنی ناراضی۔ تم شادی نہیں کرنا چاہتیں تو نو پرابلم، کوئی تمہیں فورس نہیں کرے گا۔ لیکن موڈ تو درست کرو۔" وہ اسے بازو کے حلقے میں لیے ہوئے باہر تک آیا۔

"بائی سویٹ برادر۔ ٹیک کیئر۔" وہ مسکرائی۔

"تھینکس۔" وہ باہر کی طرف بڑھا۔ کچن کے سامنے سے گزرتے ہوئے شہرین پر نظر پڑی۔

"اے سویٹی۔ تمہیں میرے جانے کا اتنا غم ہورہا ہے کہ رونے لگیں۔"

"میں رو نہیں رہی۔ پیاز کاٹ رہی ہوں۔"

"پیاز کاٹنے کا تو بہانہ ہے۔" وہ دلکشی سے مسکرایا۔

"میں اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتی ہوں کہ آج کل لوگ بہت خوش فہم ہوگئے ہیں۔" وہ پیاز کاٹ کر ایک طرف رکھتے ہوئے بولی اور ہاتھ دھونے کے لیے سنک کی طرف بڑھ گئی۔ فہد بخاری نے قہقہہ لگایا۔

"تمہیں بھی بولنا آتا ہے؟"

"بدقسمتی سے زبان ہے میرے پاس۔"

"تم شاید ہر وقت غصے میں اس لیے رہتی ہو کہ تم غصے میں اور زیادہ پریٹی لگتی ہو۔"

"پلیز آپ مجھ سے ایسی باتیں نہ کیا کریں۔"

"پھر کیسی باتیں کروں؟" وہ اس کی طرف جھکا۔ بیگم ناجیہ نے فہد کو پکارا تو وہ باہر جاتے جاتے اس کی طرف پلٹا۔

"تم واقعی پتھر ہو۔" وہ دھیرے سے مسکرا کر باہر نکل گیا۔

"میں خوش فہمیوں کی دنیا سے نکل آئی ہوں، فہد بخاری۔" وہ محض سوچ کر رہ گئی۔

شہرین کو "بخاری لاج" میں رہتے ہوئے چھ ماہ ہونے والے تھے مگر آج تک گھر کے کسی فرد نے اسے غیر نہیں سمجھا تھا۔ گھر کے ملازم بھی اس کی عزت کرتے تھے۔ آج کل گھر میں شدید ٹینشن چل رہی تھی۔ وجہ علیزے کے شادی نہ کرنے کی ضد تھی، جبکہ آصف بخاری اور بیگم ناجیہ جلد از جلد اس کی شادی کرنا چاہتے تھے۔ لاکھ وہ ایڈوانس اور ماڈ سہی مگر ہر ماں باپ کی طرح وہ بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔

"علیزے! بیٹا مجھے بتاؤ۔ تم آخر شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟" بیگم صبا نے اس سے پوچھا۔

"وہ گرینڈ ما...... ایکچوئیلی میں کسی اور کو لائیک کرتی ہوں۔" علیزے کے کہنے پر ایک لمحے کو بیگم

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

صہبا خاموش رہ گئیں۔

”کون ہے وہ؟ کیسا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ خاندان کیسا ہے؟“

”گرینڈ ما۔ بہت اچھا ہے وہ۔“ وہ ایک دم جذباتی ہوگئی۔

”کرتا کیا ہے؟“

”وہ...... ایکچوئیلی...... وہ ڈیڈ کے آفس میں کام کرتا ہے۔“

”واٹ! ہوش میں ہو؟“ بیگم صہبا ایک دم ہتھے سے اکھڑ گئیں۔ ”اپنے باپ کے ملازم سے شادی کرکے ہماری ناک کٹوانا چاہتی ہو۔“

”گرینڈ ما۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

”تمہیں نہیں، مگر ہمیں فرق پڑتا ہے۔ ہم کیسے ایک دو ٹکے کے ملازم سے بیاہ دیں تمہیں؟“

”گرینڈ ما۔ آپ ایک بار اس سے مل کر تو دیکھیں۔“

”جس گاؤں جانا نہیں اس کے کوس گننے سے کیا فائدہ!“

”ٹھیک ہے۔ مگر آپ مما اور ڈیڈ کو بتا دیجئے گا کہ میری شادی کا خیال دل سے نکال دیں۔ اگر میری شادی ہوگی تو صرف ضماد سے ورنہ کسی سے نہیں۔“ وہ تن فن کرتی چلی گئی جب کہ بیگم صہبا گہری سوچ میں گم ہوگئیں۔ انہوں نے آصف بخاری یا بیگم ناجیہ کو ابھی کچھ بتانا مناسب نہ سمجھا۔ وہ خود یہ مسئلہ حل کرنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے علیزے سے کہا کہ وہ ضماد کو گھر بلائے۔

شہزرین کچن میں کھڑی رات کے کھانے کی تیاری کررہی تھی کیونکہ آج علیزے کے کسی مہمان کو آنا تھا۔ کچن کی کھڑکی باہر لان میں کھلتی تھی۔ وہ سب کچھ تیار کرچکی تھی۔ علیزے کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ جو شخص گاڑی سے اترا تھا اسے دیکھتے ہی شہزرین کے ہاتھ سے پلیٹ چھوٹتے چھوٹتے بچی تھی۔

شہزرین نے دوبارہ دیکھا کہ شاید دیکھنے میں غلطی ہوئی ہو۔ مگر وہ سو فیصد ضماد ہاشمی تھا۔ اس کا سگا چچا زاد علیزے اور ضماد ہنستے مسکراتے اندر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ شہزرین کے لیے خود پر قابو پانا مشکل ہوگیا۔ چھ ماہ پہلے کے زخم پھر سے ہرے ہوگئے تھے۔ اس نے ہاجرہ (ملازمہ) کو مناسب ہدایات دیں اور خود اپنے کمرے میں جاکر بند ہوگئی اور پھر دوسرے دن صبح کو ہی کمرے سے نکلی تھی۔ ناشتے کے بعد وہ بیگم صہبا کو اخبار پڑھ کر سنانے کے لیے ان کے کمرے کی طرف گئی۔

”شہزرین! رات تم کچھ جلدی سونے کے لیے چلی گئیں۔ طبیعت تو ٹھیک تھی؟“

”جی دادو! بس وہ...... ذرا سر میں درد ہورہا تھا۔“

”اچھا اچھا دوا لی پھر؟“

”جی...... لے لی تھی۔“ وہ انہیں اخبار پڑھ کر سنانے لگی۔

”اچھا اب بس کرو روز ایک ہی طرح کی خبروں سے اخبار بھرے پڑے ہوتے ہیں۔ پاکستان انڈیا امریکہ اسامہ فلسطین کشمیر اسرائیل۔ اف توبہ۔ ایک ہی طرح کی خبریں پڑھ پڑھ کر اکتاہٹ سی ہونے لگی ہے۔“ بیگم صہبا نے عالمی حالات پر تبصرہ کیا۔ شہزرین خلاف معمول جواب میں کچھ نہ بولی۔ ورنہ وہ بیگم صہبا کے ساتھ ملکی و غیر ملکی حالات پر بے لاگ تبصرے کیا کرتی تھی۔

”دادو! رات کو کھانا ٹھیک بنا تھا؟“ وہ مصروف سے انداز میں بولی اور ایسے ہی دواؤں کی ترتیب درست کرنے لگی۔

”کھانا تو اچھا بنا تھا۔ ضماد تعریف کررہا تھا۔“

”کک...... کون ضماد؟“

”علیزے کا مہمان۔“ وہ کچھ چپ سی تھیں۔

”دادو! وہ کیوں آیا تھا؟“ اس کے غیر متوقع سوال پر بیگم صہبا نے چونک کر دیکھا۔ آج تک اس نے کبھی کسی کی آمد کی وجہ دریافت نہیں کی تھی۔ انہیں کسی غیر

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

معمولی پن کا احساس ہوا۔

''شہرین! ادھر' میرے پاس آ کر بیٹھو۔'' انہوں نے اسے اپنے قریب بلایا۔

''دادو!...... وہ ...... میں تو بس یونہی پوچھ رہی تھی۔'' وہ سر جھکائے اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔

''دراصل علیزے اس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔''

''کیا؟ نن...... نہیں...... دادو...... آپ ایسا مت ہونے دیجیے گا۔'' وہ ایک دم گھبرا کر بولی۔

''مگر کیوں؟''

''دادو!...... وہ ......'' شہرین بے اختیار ان کے گھٹنوں پر سر رکھ کر سسکنے لگی۔ بیگم صہبا اسے دیر تک تھپکتی رہیں۔ جب دل کا غبار ڈھل گیا تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''اب مجھے بتاؤ۔ اصل بات کیا ہے؟ کیا تم ضماد کو جانتی ہو؟''

''جی دادو...... یہ وہی ضماد ہے...... میرا سگا چچا زاد...... وہی ضماد ہاشمی...... جس نے مجھے رسوا کر کے رکھ دیا...... مجھ پر کیچڑ اچھالا...... دادو...... وہ ہرگز اچھا آدمی نہیں ہے...... پلیز دادو...... آپ...... آپ علیزے کو بچالیں...... آپ اسے اور اس کی ماں کو نہیں جانتیں...... وہ بہت ظالم اور لالچی لوگ ہیں۔'' بیگم صہبا پرسوچ انداز میں سر ہلانے لگیں۔

''مجھے بھی اس سے مل کر تسلی نہیں ہو رہی تھی' حالانکہ بظاہر تو خاصا ہینڈسم لڑکا ہے...... مگر...... خیر اچھا ہوا' تم نے اس کی اصلیت بتا دی۔ تھینک یو مائی چائیلڈ۔'' بیگم صہبا نے اسے سینے سے لگا لیا تھا۔

دو دن بعد علیزے نے ضماد کو چائے پر گھر بلوایا تھا۔ وہ دونوں لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ بیگم صہبا وہاں چلی آئیں۔ انہیں دیکھ کر ضماد ادب سے کھڑا ہوا۔ شہرین کچن کی کھڑکی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''سنو لڑکے! آج کے بعد اس گھر میں قدم رکھنے کی کوشش نہ کرنا۔'' وہ بلاتمہید گویا ہوئیں۔

''جج...... جی......'' وہ سٹپٹایا۔

''ہم تمہیں تنبیہہ کر رہے ہیں۔ اگر پھر بھی تم باز نہ آئے تو مجبوراً تمہیں جاب سے فارغ کرنا پڑے گا۔''

''گرینڈ ما...... پلیز...... آپ......''

''تم چپ رہو علیزے۔ اور تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ اور آج کے بعد ادھر کا رخ نہ کرنا۔''

''گرینڈ ما! یہ میرے مہمان ہیں۔'' علیزے چلائی۔

''تم نے سنا نہیں' ہم نے کیا کہا ہے۔ اور آج کے بعد علیزے سے ملنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔'' بیگم صہبا' علیزے کو نظر انداز کر کے ضماد سے مخاطب تھیں۔ اپنی اس انسلٹ پر وہ جلتا بھنتا باہر نکل گیا تھا۔

''گرینڈ ما! آپ نے اچھا نہیں کیا۔'' علیزے چلانے لگی تھی۔ غم وغصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''یو شٹ اپ علیزے۔ ہم نے جو کیا' ٹھیک کیا۔''

''نہیں۔ آپ نے ٹھیک نہیں کیا۔ میں...... میں اپنے آپ کو ختم کرلوں گی۔ میں اس گھر کو آگ لگا دوں گی۔''

''علیزے۔'' بیگم صہبا کا ہاتھ اٹھ گیا جس سے وہ اور زیادہ چلانے لگی تھی۔ آصف بخاری کی گاڑی اندر داخل ہوئی تو بیگم صہبا نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے بلایا۔

''یہ...... یہ علیزے کو کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہے یہ؟'' انہوں نے روتی بلکتی علیزے کو سنبھالا۔

''ڈیڈ! مم...... میں سب کچھ ختم کردوں گی۔ اگر کسی نے میری خوشیوں کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔''

''ہوش میں آؤ علیزے۔ ممی اسے کیا ہوا ہے؟'' آصف بخاری بیگم صہبا سے مخاطب ہوئے۔

''محبت کا بخار چڑھ گیا ہے اس کے سر پر۔ آصف اسے سمجھاؤ کہ والدین کبھی اولاد کا برا نہیں چاہتے۔''

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بیگم صہبا اندر کی طرف بڑھ گئیں جبکہ آصف بخاری علیزے کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگے۔

آصف بخاری اور بیگم ناجیہ کو جب اصل صورت حال کا علم ہوا تو وہ بھی بیگم صہبا سے متفق ہوگئے۔ انہوں نے علیزے کو ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ تھی کہ کچھ سننے کو تیار ہی نہ تھی۔ جواباً اس کا گھر سے باہر نکلنا بند کردیا گیا جس پر وہ مزید سلگ گئی۔

آصف بخاری نے ضماد کو اپنے آفس میں بلا کر خوب انسلٹ کی تھی اور اسے علیزے سے دور رہنے کی ہدایت کی تھی۔ ضماد سدا کا بددماغ تھا دوسرے دن ہی استعفیٰ دے دیا۔ وہ تو باس کی بیٹی کو اپنے جال میں پھانس کر ایک ہی جست میں بلندی پر پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ علیزے کو تو اپنے دام میں الجھانے میں کامیاب ہوگیا تھا مگر اس کے گھر والوں کے آگے بے بس ہوگیا۔ ''سونے کی چڑیا'' ہاتھ سے نکل گئی۔ نوکری چلی گئی۔ وہ بے حد چڑچڑا ہوگیا تھا۔ سارا سارا دن گھر میں بیٹھا کڑھتا رہتا۔ بات کرو تو کاٹ کھانے کو دوڑتا۔ گھر والے الگ اسے بات بات پر استعفیٰ دینے کے طعنے دیتے۔ ڈپریشن سے تنگ آکر اس نے عارضی سہاروں میں پناہ تلاش کرنا شروع کردی تھی۔

❖❖❖

''شہریار! کہاں جارہے ہو بیٹا؟'' بیگم ثمین رائے نے پورٹیکو میں کھڑی بلیک سوک کی طرف بڑھتے ہوئے شہریار سے پوچھا۔

''فیکٹری جارہا تھا ممی۔'' وہ انہی کی طرف چلا آیا۔

''آج رات کا ڈنر بخاری صاحب کی طرف ہے۔ جلدی آجانا اور بھائی کو بھی تاکید کردینا۔ یہ دعوت خاص طور پر اس کے لیے ہے۔''

''خاص طور پر بھائی کے لیے۔ مجھے کوئی گڑبڑ لگ رہی ہے۔'' شہریار نے معنی خیز انداز میں ابرو اچکائے۔ بیگم ثمین رائے مسکرادیں۔ ''ہاں' کچھ ایسی ہی بات ہے۔''

''پھر میرا جانا تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔''

''اوں ہوں۔ انہوں نے پوری فیملی کو انوائیٹ کیا ہے۔ جلدی آجانا۔ اور سنو! اپنے ڈیڈی کو بھی یاد دلادینا' وہ تو ہیں ہی سدا کے بھلکڑ۔''

''اوکے مدر۔'' وہ کی رِنگ گھماتا گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

علیزے اب خاصی سنبھل چکی تھی۔ آصف بخاری اور بیگم ناجیہ نے جانے کن کن دلائل سے اسے سمجھایا تھا۔ اسے بتایا تھا کہ ان کے اور ضماد کی فیملی کے سوشل اسٹیٹس میں بہت فرق ہے۔ جتنی تنخواہ ضماد کی تھی' اتنے روپے تو وہ دس دن میں خرچ کردینے کی عادی تھی۔ حقیقت کا یہ رخ دھیرے دھیرے علیزے کے جنون میں کمی کررہا تھا۔ جذبات کو ایک طرف رکھ کر سوچا تو اسے والدین کی بات درست لگی۔ وہ خالی خولی محبت کے سہارے زندگی گزارنے کی قائل نہ تھی۔ وہ لگژری لائف کی عادی تھی۔ وہ پھر سے یونیورسٹی جانے لگی تھی۔ ضماد کی پرچھائیں تک اس نے اپنے ذہن و دل سے کھرچ ڈالی تھی۔ وہ پھر سے اپنی زندگی میں مگن ہوگئی تھی اور یہ بات گھر والوں کے لیے بے حد اطمینان بخش تھی۔ بیگم صہبا بخاری کو شہرین اور زیادہ عزیز ہوگئی تھی کہ اس کی وجہ سے علیزے کی زندگی برباد ہونے سے بچ گئی تھی۔ اگر شہرین انہیں ضماد کی اصلیت نہ بتاتی تو شاید وہ علیزے کے جنون سے مجبور ہوکر اس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈال دیتے۔ آصف بخاری جلد سے جلد علیزے کی شادی کردینا چاہتے تھے اور رائے سکندر کی فیملی کی دعوت اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ بیگم ناجیہ خلاف معمول گھر پر رہ کر اپنی زیر نگرانی دعوت کا انتظام کروا رہی تھیں۔ شہرین ان کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ بیگم ناجیہ لاشعوری طور پر ہر معاملے میں شہرین کے مشورے کو اولیت دینے لگی تھیں۔ انہیں اس کی قابلیت پر پورا بھروسہ تھا۔ مہمانوں کے آنے میں تھوڑا

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ساوقت باقی تھا۔ شہرین نے سب کچھ تیار کر کے خود بھی لباس بدل لیا۔ مہمانوں کے آنے پر اس نے مختلف مشروبات کی ٹرالی سیٹ کر کے ملازمہ کے ہاتھ ڈرائنگ روم میں بھجوائی۔ گھر میں کوئی بھی مہمان آتا' وہ سامنے نہ آتی تھی۔ اسے لوگوں سے وحشت ہونے لگتی تھی۔ ہر چہرے میں اسے فریب اور عیاری نظر آنے لگتی تھی۔ ایسے میں وہ خود پر سے اختیار کھونے لگتی تھی۔ اپنی انہی کیفیات کی بدولت وہ تنہائی پسند ہوگئی تھی۔ ڈرنکس بھجوانے کے آدھے گھنٹے بعد کھانا لگانے کا آرڈر ملا۔ وہ تیار شدہ کھانوں کو مائیکروویو میں گرم کرنے لگی۔ رائے سکندر کے بیٹے علیزے کے ساتھ خوش گپیوں میں مگن تھے۔ شہریار تو بے حد خوش گفتار تھا۔ ہاں' البتہ ان کے بڑے صاحبزادے خاصے اکھڑ اور سرد مزاج سے تھے۔ علیزے کو وہ لیا دیا سا شخص کچھ خاص اچھا نہ لگا تھا۔ اسے شوخ وچنچل لوگ پسند تھے۔ شہریار کی کسی بات پر بے تحاشا ہنستے ہوئے علیزے نے بے اختیار قریب بیٹھے شازار کے شانے پر ہاتھ مارا تو اس کے ہاتھ میں موجود کولڈ ڈرنک کا گلاس چھوٹ گیا۔ ساری ڈرنک کپڑوں پر گرگئی۔

''اوہ۔ آئی ایم سوری۔'' وہ فوراً معذرت کرنے لگی۔

''اٹس اوکے۔'' وہ ٹشو پیپر سے شرٹ صاف کرنے لگا۔ ''واش روم کس طرف ہے؟'' اس سے دریافت کرنے لگا۔

''ہاجرہ! صاحب کو واش روم دکھاؤ۔'' وہ قریب کھڑی ملازمہ سے مخاطب ہوئی۔ وہ ہاجرہ کی رہنمائی میں واش روم تک گیا۔ ملازمہ واپس جاچکی تھی' راستے میں کچن پڑتا تھا۔ کچن کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ ایک دم رک گیا تھا۔ گلابی مائل سپید رنگت اور سیاہ ریشمی بالوں کی چٹیا اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروارہی تھی۔ وہ بنا سوچے سمجھے اندر داخل ہوگیا۔ کھانا گرم کرتی شہرین نے آہٹ پر چونک کر دیکھا تھا۔ ایک لمحے کو وہ ٹھٹک کر رہ گئی تھی۔ ذرا سی دیر میں اس کی نگاہوں میں شناسائی کی چمک ابھری تھی۔ وہ بھولی نہیں تھی سات آٹھ ماہ پہلے کے واقعے کو۔ شازار کو بھی وہ کچھ جانی پہچانی سی لگی تھی۔ سات آٹھ ماہ پہلے کا واقعہ ذہن سے محو ہوچکا تھا۔ شہرین پھر سے اپنے کام میں مصروف ہوچکی تھی۔

''آئی ایم سوری۔ مجھے لگا' میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔'' تھوڑی دیر بعد اس کی معذرت خواہانہ آواز ابھری۔

''بہت سے چہرے ایسے ہوتے ہیں جنہیں ہم بہت سرسری انداز میں دیکھتے ہیں مگر ان کی دھندلی سی تصویر ذہن کے کسی پردے پر نقش ہوجاتی ہے۔'' اس نے محض اتنا ہی کہا تھا کہ شازار خود سے الجھتا کچھ دیر وہاں کھڑا رہا پھر واپس پلٹ آیا۔ وہ یہ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ آخر اس نے اسے کہاں دیکھا تھا مگر ناکام رہا۔ کچھ تھا' اس لڑکی کے لہجے میں جس نے اسے ڈسٹرب کرکے رکھ دیا تھا۔ کھانا بھی وہ ٹھیک سے نہ کھاسکا۔

''کیا بات ہے شازار! آپ بہت چپ چپ بیٹھے ہیں۔'' بیگم صہبا نے اس کی خاموشی نوٹ کی۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''دراصل یہ شروع سے ہی ذرا کم گو ہے۔'' بیگم ثمین رائے نے کہا۔

''یہ اور بات ہے کہ یہ ''شروع'' کچھ دیر پہلے ہوا ہے۔'' شہریار نے دھیمی آواز میں سرگوشی کی جسے صرف قریب بیٹھا شازار ہی سن سکا۔ شازار نے اپنا پیر شہریار کے پیر پر مارا۔

کھانے کے بعد رائے سکندر اور آصف بخاری کاروباری معاملات ڈسکس کرنے لگے۔ علیزے کو بیگم ثمین نے اپنے پاس بلالیا۔

''کیا بات ہے شازار! تم آج خلافِ معمول بہت خاموش ہو۔'' شہریار نے موقع دیکھ کر اس سے کہا۔

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"کیا بات ہے شہریار! تمہارے آج بڑے دانت نکل رہے ہیں۔" وہ اسی کے انداز میں دانت پیس کر بولا۔ "جنہیں علیزے کیسی لگی؟"

"بکواس بند کرو۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی جگہ ہے۔"

"کیا ہو رہا ہے بھئی؟" علیزے ادھر چلی آئی۔

"کچھ نہیں۔ وہ دراصل شازار کہہ رہا تھا کہ......"

"کہ؟"

"اسے پیاس لگی ہے۔"

"شٹ اپ یار۔" وہ شہریار کو گھورنے لگا۔ "یہ ایسے ہی فضول بولتا رہتا ہے۔"

"ارے۔ آپ بھی بولتے ہیں؟" وہ مصنوعی حیرت کا اظہار کرنے لگی۔

"کل تک تو یہ بے تکان بولنے کے عادی تھے۔" شہریار مسکرایا۔ شازار اسے گھور کر رہ گیا۔

"کیا مطلب؟"

"اُفوہ، علیزے بی بی، سمجھا کریں ناں۔" شہریار شرارت سے آنکھ دباتے ہوئے بولا۔ علیزے شازار پر ایک نظر ڈال کر مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

❁❁❁

گھر آ کر بھی وہ عجیب سی کشمکش کا شکار رہا۔ ایک بے چینی سی تھی جو رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی۔ سونے کے لیے لیٹا تو بار بار اس لڑکی کا عکس ذہن کے پردے پر ابھرنے لگا۔

"کیا مصیبت ہے۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"بہت سے چہرے ایسے ہوتے ہیں جنہیں ہم بہت سرسری انداز میں دیکھتے ہیں مگر ان کی دھندلی سی تصویر ذہن کے پردے پر نقش ہو جاتی ہے۔" شازار کو اس کی نظریں کچھ عجیب سی محسوس ہوئی تھیں، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہوں مگر کچھ بھی کہنے سے خود کو باز رکھیں۔ چھم سے ایک سراپا اس کی نگاہوں کے سامنے آیا تھا۔ وہ روتی ہوئی لڑکی۔

"میں گھر نہیں جاؤں گی۔"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔"

"وہ مجھے قبول نہیں کریں گے۔"

"اگر تم مجھے زندہ دفن کر دیتے تو بھی مجھے اتنا دکھ نہ ہوتا جتنا......"

"اوہ مائی گاڈ۔ وہ لڑکی...... مگر "بخاری لاج" میں کیسے؟" وہ نئی الجھن کا شکار ہو گیا اور اسی الجھن کو رفع کرنے کے لیے دو دن بعد وہ "بخاری لاج" میں موجود تھا۔ یہ محض اتفاق ہی تھا کہ وہ جس سے ملنا چاہتا تھا، وہ لان میں ہی موجود تھی۔

"السلام علیکم!" وہ اسی طرف چلا آیا۔ وہ جو انگلش ناول پڑھنے میں مگن تھی، ایک دم چونک گئی۔

"اوہ......" شازار کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کو چپ رہ گئی۔ اگلے ہی پل اس نے اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے تو وہ راہ میں حائل ہو گیا۔

"گھر پر اس وقت کوئی نہیں ہے۔ آپ پھر کسی وقت آیئے گا۔" وہ درشتی سے بولی۔

"میں...... تم سے ملنے آیا ہوں۔"

"مجھ سے؟" اس نے ابرو اچکائے۔ "مگر میں کسی سے نہیں ملتی۔"

"پلیز، تم...... میں تم سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے اتنی بے تکلفی پسند نہیں ہے۔" اس کے قطعی لہجے پر شازار اسے دیکھنے لگا وہ اسے پہلے سے مختلف لگی تھی۔ وہ لڑکی تو بات بے بات رونے لگتی تھی، جب کہ یہ لڑکی بہت کانفیڈنٹ اور بولڈ لگ رہی تھی۔

"پتا نہیں...... پتا نہیں، میرا خیال درست ہے یا نہیں، تم...... واقعی وہی لڑکی ہو جسے ہم نے......"

"ہاں، میں وہی لڑکی ہوں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولی اور اندر چلی گئی۔ شازار محض اسے جاتے ہوئے دیکھ کر رہ گیا۔

"کیا بات ہے ہیرو! بہت چپ چپ ہو۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

راحیل نے اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے دریافت کیا۔

''یار! تم لوگوں کو وہ لڑکی یاد ہے؟''

''وہ لڑکی؟ اچھا ''وہ'' لڑکی۔ کیوں عثمان ''وہ'' لڑکی یاد ہے؟'' راحیل نے مذاق اڑایا۔

''بکواس نہ کر یار۔ میں سیریس ہوں۔'' وہ بگڑا۔

''اے کون وہ لڑکی؟ ہمیں کیا پتا' تو کس کی بات کررہا ہے۔ ٹینا' عینی' سونیا' فضہ......'' راحیل بے تکان بولنے کا عادی تھا۔ شازار نے سرعت سے اس کی بات کاٹی۔

''میں اس لڑکی کی بات کررہا ہوں جسے ہم یرغمال بنا کر لائے تھے۔''

''آج بیٹھے بٹھائے وہ کہاں سے یاد آ گئی تمہیں؟'' وائب نے پوچھا۔

''وہ بس ایسے ہی......'' وہ ٹال گیا۔

''ویسے وہ بے چاری تھی مظلوم سی۔ اگر ہم اسے یرغمال بنا کر نہ لاتے تو آج جیل میں سڑ رہے ہوتے۔'' عثمان نے کہا۔

''خیر جیل میں تو نہیں سڑ رہے ہوتے۔ ہمارے والد حضرات جو ہیں' ہمیں چھڑوانے کو۔'' راحیل نے قہقہہ لگایا۔

''کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے' آخر ہمیں سوجھی کیا تھی کہ ہم بنا سوچے سمجھے ڈاکا ڈالنے چل پڑے۔'' وائب کا انداز پرسوچ سا تھا۔

''ایڈونچر میرے یار ایڈونچر۔ لائف میں تھوڑا چینج ہونا چاہیے۔'' راحیل نے کہا۔

''یہ تم کہاں گم ہو ہیرو؟'' عثمان نے شازار کا شانہ ہلایا تو وہ چونک گیا۔

''ہاں...... کیا ہوا؟''

''طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟''

''ہاں...... مجھے کیا ہونا ہے؟''

''کسی لڑکی وڑکی کا تو چکر نہیں ہے؟'' راحیل رازداری سے دریافت کرنے لگا۔

''مجھے شوق نہیں ہے لڑکیوں کے چکر میں پڑنے کا۔''

''اچھا اب زیادہ ہیرو بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو آج تم لوگوں کو اچھا سا لنچ کرواتا ہوں۔'' عثمان نے کہا۔

''تو اور لنچ؟'' وائب بے ہوش ہوتے ہوتے بچا۔

''ہاں' مگر شرط یہ ہے کہ پے منٹ شازار کرے گا۔''

''میں بھی کہوں' یاالٰہی یہ کیا ماجرا ہو گیا۔ تجھ جیسا مہا کنجوس اور لنچ۔''

''اچھا' اب بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' عثمان نے اسے دھموکا جڑ دیا۔

❖❖❖

''السلام علیکم!'' وہ اندر داخل ہوا تو بیگم صہبا اور ان کو ناول پڑھ کر سناتی شہزین دونوں نے چونک کر دیکھا تھا۔

''وعلیکم السلام۔ آؤ بیٹھو۔''

''کیسی ہیں آپ؟''

''فرسٹ کلاس۔ تمہاری ممی کا کیا حال ہے؟''

''جی ٹھیک ہیں۔''

''کیسے آنا ہوا؟''

''بس ایسے ہی۔ ادھر سے گزر رہا تھا' سوچا سلام کرتا جاؤں۔'' وہ کن انکھیوں سے شہزین کو دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ کتاب کو یوں دیکھنے میں مگن تھی' جیسے کوئی بہت ہی دلچسپ چیز دیکھ رہی ہو۔

''شہزین! بیٹا شازار کے لیے چائے وائے کا بندوبست کرو۔''

''جی بہتر دادو۔'' بیگم صہبا کے کہنے پر وہ فوراً اٹھ کر چلی گئی۔

''شہزین۔'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔ ''اچھا دادو! ایک بات میں بھی آپ کو دادو کہہ سکتا ہوں ناں؟'' وہ

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

پوتے کہتے کہتے رک کر پوچھنے لگا۔

''کیوں نہیں۔ مجھے تو تمہارے منہ سے یہ لفظ سن کر بہت اچھا لگا۔ علیزے اور فہد تو گرینڈ ما گرینڈ ما کرتے نہیں تھکتے۔'' بیگم صہبا اسے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ انہیں وہ بے حد اچھا لگا تھا۔ ڈیسنٹ سا، سوبر سا، ویل مینرڈ اور بے حد اسمارٹ اور ہینڈسم یہ لڑکا انہیں اپنی پوتی کے لیے بے حد موزوں لگا تھا۔ کافی دیر تک وہ بیگم صہبا سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ باتوں باتوں میں وہ شہزین کے متعلق زیادہ نہیں تو اتنا ضرور جان گیا تھا کہ شہزین سے ان کا کوئی خونی رشتہ نہیں تھا۔ شہزین نے چائے کی ٹرالی ملازمہ کے ہاتھ بھجوادی تھی۔ اس کے بعد جتنی دیر تک شازار بیٹھا رہا وہ اپنے کمرے سے باہر نہ نکلی۔ وہ ایسے ہی لان کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی۔ کھڑکی کے پٹ سے سر ٹکائے وہ سوچوں میں گم کھڑی تھی۔

''پتا نہیں آگے میری قسمت میں کیا لکھا ہے۔ جانے قدم قدم پر وہ چہرے راہ میں کیوں آ رہے ہیں جنہیں میں دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔ تم بھی مجھے برباد کرنے والوں میں شامل ہو رائے شازار۔'' اس کی سوچیں تلخ ہونے لگی تھیں۔ نظروں کی تپش سے گھبرا کر سامنے دیکھا تو شازار کو موجود پایا۔ وہ جانے کب سے وہاں کھڑا تھا۔ اس کے متوجہ ہونے پر ایک دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

اور پھر یہ ہوا کہ رائے شازار کے ''بخاری لاج'' کے چکر بڑھنے لگے۔ گھر والے اس کے اور علیزے کے متوقع بندھن کی وجہ سے اس کی خوب پذیرائی کرتے۔ وہ پچھلے دو ماہ سے لگاتار بخاری لاج کے چکر کاٹ رہا تھا مگر ہر بار تشنہ لوٹ آتا۔ شہزین اس کے آتے ہی جانے کہاں چھپ جاتی اور پھر جب تک وہ بیٹھا رہتا، سامنے نہ آتی۔ وہ شہزین کے بارے میں بے حد پر تجسس تھا۔ وہ لڑکی جو اسے دیکھتے ہی نفرت سے منہ پھیر لیتی تھی اسے اچھی لگنے لگی تھی۔ اپنی اس

یادگار لمحے

❖ موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔

❖ محبت کرو مگر مقدر سے شکوہ نہ کرو کیونکہ محبت میں کامیابی ہر ایک کو نہیں ملتی۔

❖ جانور تو اپنے مالک کو پہچان لیتا ہے مگر افسوس کہ انسان اپنے محسن کو نہیں پہچانتا۔

❖ خداوند تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں نازل کرتا ہے جو کسی کے عیب ظاہر نہیں کرتا۔

❖ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

(ناصر کمبوہ عرف شاہ رخ۔ جتوئی)

کیفیت پر وہ خود بھی بے حد حیران تھا۔ رفتہ رفتہ وہ محض اس کی ایک جھلک دیکھنے کو بخاری لاج جانے لگا۔ اس کے دوست بھی اس کی اس بدلتی ہوئی کیفیت پر بے حد حیران تھے۔ ہر بار پوچھنے پر وہ ٹال جاتا۔ وہ اکثر خود کو سرزنش کرنے لگتا۔ مگر دل تھا کہ سننے کو تیار ہی نہ تھا۔

آج وہ شہزین سے حتمی بات کرنے کا سوچ کر آیا تھا اور یہ محض اتفاق ہی تھا کہ گھر پر کوئی نہ تھا۔ وہ کچن میں کھڑی دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی۔ خانساماں اپنے بیٹے کی شادی کے سلسلے میں تین دن کی چھٹی پر گیا ہوا تھا۔ وہ کام کرتے ہوئے گنگنا رہی تھی۔

''کبھی کتابوں میں پھول رکھنا
کبھی درختوں پہ نام لکھنا
ہمیں بھی ہے یاد آج تک وہ......''

''نظر سے حرفِ سلام لکھنا۔'' شازار نے اگلا مصرعہ اچک لیا تو وہ ایک دم پلٹی تھی۔

''آپ!'' ایک لمحے کو رکی پھر رخ موڑ گئی۔ ''گھر پر کوئی نہیں ہے۔''

''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔''

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"پلیز رائے شازار۔ میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"مگر کیوں؟ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں یہاں بار بار کس کے لیے آتا ہوں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔"

"تمہیں آج میری بات سننا ہوگی۔" بازو سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔ اس کی سرخ ہوتی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

"آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ کیا مجھ سے یہ آخری جائے پناہ بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔ پلیز' آپ یقین کریں' میرا اس گھر کے سوا اور کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔" بے بسی کا احساس غالب آیا تو وہ سسک اٹھی۔

"تم...... مجھے رونے والی لڑکیاں زہر لگتی ہیں۔" اپنی جھلاہٹ پر قابو پانے کو وہ چلایا۔ "دیکھو' آرام سے ادھر بیٹھو۔" دھیمے لہجے میں سمجھاتے ہوئے وہ اسے کچن سے باہر لے آیا۔

"میں...... میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"کیا جاننا چاہتے ہیں آپ؟ مجھے کوئی شوق نہیں ہے' جھوٹی ہمدردیاں سمیٹنے کا۔" وہ تلخ ہوگئی۔

"پلیز' ٹھنڈے دل سے بات کرو۔ میں آج کل بہت گلٹی فیل کررہا ہوں...... مجھے...... مجھے لگتا ہے' انجانے میں' میں نے تم پر بہت ظلم کیا ہے۔"

"اونہہ۔ آپ نے تو صرف تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کا کام کیا تھا۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔ "ورنہ زندگی تو اس سے پہلے بھی سہل نہ تھی۔"

"ہم...... ہم کوئی پیشہ ور ڈاکو یا چور نہیں ہیں...... بس وہ ایڈونچر کا شوق تھا ورنہ ہمارا قطعی کوئی ارادہ نہ تھا کسی کو یرغمال بنا کر ساتھ لے جانے کا' مگر وہ پولیس کی وجہ سے......"

"آپ کیوں وضاحتیں دے رہے ہیں۔ میں نے تو آپ سے کچھ نہیں پوچھا۔" شہزین نے اس کی بات کاٹی۔

"مجھے اور میرے ساتھیوں کو معاف کردینا۔" رائے شازار' جس نے آج تک کبھی کسی سے معافی نہیں مانگی تھی' جس نے کبھی جھکنا نہیں سیکھا تھا' جس نے آج تک اپنی غلطی تسلیم کرنا نہیں سیکھا تھا' آج ایک عام سی لڑکی کے آگے بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ شہزین بنا کچھ کہے اٹھ کر چلی گئی۔ شازار ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

❖❖❖❖

دونوں طرف زور و شور سے منگنی کی تیاریاں ہورہی تھیں' دھڑا دھڑ شاپنگ ہورہی تھی۔ بیگم ناجیہ ہر جگہ شہزین کو ساتھ لے کر جاتی تھیں۔ انہوں نے اسے بھی منگنی کے فنکشن میں پہننے کے لیے خوب صورت سا ڈریس لے کر دیا تھا۔

اس دن کے بعد سے شازار دوبارہ بخاری لاج نہیں آیا تھا۔ جوں جوں منگنی کے دن قریب آرہے تھے ایک بے نام سی اداسی شہزین کو اپنی رگ و پے میں سرایت کرتی محسوس ہوتی تھی۔ منگنی کے فنکشن سے ایک ہفتے پہلے ہی فہد بخاری پاکستان آگیا۔

"ہیلو سویٹی! کیسی ہو؟" سب سے ملنے کے بعد وہ اس کے پاس چلا آیا۔

"فائن۔ آپ کیسے ہیں؟" وہ رسماً مسکرائی۔

"جیسا نظر آرہا ہوں۔" وہ جواباً مسکرایا۔ "تم ان چھ ماہ کے دوران بالکل نہیں بدلیں۔ ہاں البتہ تمہاری آنکھوں میں اداسی کا رنگ کچھ اور گہرا ہوگیا ہے۔" وہ اس کی لائٹ براؤن آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ شہزین نے گڑبڑا کر پلکوں کی جھالر گرائی تھی۔

"تم بہت خوب صورت ہو شہزین۔" اس نے شاید پہلی بار اس کے نام سے پکارا تھا۔

"پلیز۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ......"

"مجھے بولنے دو ہنی۔ مجھے کہنے دو۔ تمہیں پتا ہے'

Famous Urdu Novels Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

جب میں اٹھارہ سال کا تھا‘ مجھے ڈیڈ نے باہر بھیجا تھا۔ ایک گھٹے ہوئے معاشرے سے ایک لبرل معاشرے میں جانے سے میرے اندر ایک بہت بڑی تبدیلی آگئی تھی۔ آج میں چھبیس سال کا ہو رہا ہوں‘ سات برس کے اس عرصے میں‘ میں بہت کچھ دیکھ چکا ہوں۔ سمجھ لو کہ گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ میری زندگی میں بے شمار حسین لڑکیاں آئیں مگر تم جیسی لڑکی مجھے پہلی بار ملی ہے۔ تم جانے اتنی پراسرار کیوں ہو۔ میں تم سے بے حد متاثر ہو چکا ہوں۔ آئی لو یو ہنی۔“ بات کرتے کرتے فہد بخاری نے اس کا ہاتھ دھیرے سے چوما جسے شہرین نے لرز کر کھینچ لیا۔ وہ اپنی بات کر کے کب کا جا چکا تھا۔ شہرین اپنی جگہ گم سم کھڑی رہ گئی تھی۔ اس سے زندگی میں پہلی بار کسی نے اظہار محبت کیا تھا۔ نوشیرواں نے اس سے یوں محبت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یہاں اس سے سمجھنے میں غلطی ہوئی تھی۔ اگر وہ اس سے محبت کرتا تو کبھی بھی دل میں بدگمانی پیدا نہ کرتا اور یہ فہد بخاری کتنے آرام سے محبت کا اظہار کر گیا تھا۔

”گرینڈ ما! آپ نے یہ سب سوچ کیسے لیا کہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔“ فہد بخاری ہنسا تھا۔ شہرین باہر دروازے پر ہی رک گئی تھی۔

”مگر تمہاری باتیں تو......“

”گرینڈ ما۔ آپ تو جانتی ہیں‘ میری عادت۔ ہر ایک سے بڑی جلدی بے تکلف ہو جاتا ہوں۔ شہرین بہت حسین ہے‘ اینڈ یو نو‘ مجھے ہر حسین شے سے پیار ہے۔“

”تو کیا تم شہرین سے شادی کرنا چاہتے ہو؟“

”شادی اور وہ بھی شہرین سے۔“ وہ بے تحاشا ہنستا چلا گیا۔ ”گرینڈ ما‘ اب میرا معیار اتنا گر گیا ہے کہ میں ایک ملازمہ سے شادی کروں گا۔“ وہ پھر ہنسنے لگا تھا۔ شہرین کو لگا‘ جیسے اس کے پیروں کے نیچے زمین کے بجائے دلدل ہو جس میں وہ دھیرے دھیرے دھنستی جا رہی ہو۔ وہ بمشکل اپنی سسکیوں کو روکتی‘ منہ پر ہاتھ رکھ کر وہاں سے بھاگی تھی۔ وہ دوسری بار بھی دھوکا کھا گئی تھی۔ ایک فلرٹ سے انسان کے لیے رونا اپنے آپ پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ یہ سوچ کر ہی اس نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے تھے۔

منگنی سے صرف تین دن پہلے علیزے نے انکار کر دیا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ شازار کو پسند نہیں کرتی۔ بیگم صہبا تو مارے صدمے کے کچھ بول بھی نہ سکیں۔ تمام کارڈز بانٹے جا چکے تھے۔

”تم...... تم یہ سب اب کہہ رہی ہو۔ اتنے دنوں کے بعد کہ تمہیں شازار پسند نہیں ہے۔“ بیگم ناجیہ غصے سے چلا اٹھیں۔

”مما! میں اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ میں...... میں شازار کو بالکل پسند نہیں کرتی۔“

”خبردار۔ اب آگے ایک لفظ بھی نہ کہنا۔ حد ہوتی ہے‘ من مانی کی۔ ہم نے تمہیں ڈھیل دی‘ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اب ہمارے فیصلوں سے انحراف کرنے لگو۔“

”میں نے کہہ دیا ناں‘ مجھے شازار سے شادی نہیں کرنی۔“ وہ غصے سے پیر پٹختی اپنے روم میں چلی گئی۔ بیگم ناجیہ صوفے پر ڈھے سی گئیں۔ شہرین دوڑ کر ان کے لیے پانی لے آئی۔

علیزے کے انکار کی وجہ سے گھر میں شدید ٹینشن تھی۔ رائے فیملی کو کچھ بھی بتانے سے فی الحال گریز کیا گیا تھا۔ ابھی دو دن باقی تھے۔ بیگم ناجیہ نے فہد بخاری سے کہا تھا کہ وہ علیزے کو سمجھائے۔

شہرین نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اب کوئی جاب تلاش کرے گی۔ بخاری لاج میں رہنا اب اسے گوارا نہیں تھا۔ شہرین چاہتی تھی کہ فوراً وہ اس گھر سے چلی جائے۔ اس کا بی اے کا رزلٹ کب کا آ چکا تھا مگر اس نے ابھی تک کالج سے اپنی سند نہیں لی تھی۔ سند لینے وہ خود گئی تھی۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"شادی؟ تم؟" سند لے کر وہ کالج سے نکلی ہی تھی جب کسی نے اسے پکارا تھا۔ وہ چونک کر پلٹی تھی۔

"مم...... مہران بھائی آ...... آپ!"

"تم کیسی ہو؟"

"اچھی ہوں۔"

"میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم گھر سے کیوں چلی گئیں کیونکہ میں جانتا ہوں' تمہیں وہاں سے نکال دیا گیا تھا۔"

"چھوڑیں گزری باتوں کو۔"

"کہاں رہتی ہو؟"

"مجھے چھوڑیں۔ آپ سنائیں کیسے ہیں؟ باقی سب کیسے ہیں؟"

"بس جی رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے' یہ سامنے کافی شاپ میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" مہران کے کہنے پر وہ اس کے ساتھ چل دی۔

"کسی دوسرے پر ظلم کرتے ہوئے جانے انسان یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ کل اس کے ساتھ بھی ایسا ہوسکتا ہے۔ تمہارے گھر سے جانے کے دو ماہ بعد ہی مکافاتِ عمل شروع ہوگیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ امی اور چچی نے تم پر بہت ظلم کیے۔ گھر کے دیگر افراد کا سلوک بھی تمہارے ساتھ اچھا نہیں رہا۔ ظلم کے خلاف نہ بولنے والا بھی ظالم ہوتا ہے۔ اور ہم سب ہی ظالم تھے۔ امی اور چچی بھی اپنے کیے کی سزا بھگت رہی ہیں۔ اٹھتے بیٹھتے تمہارا نام لے لے کر معافیاں مانگتی ہیں۔ عاصمہ شادی کے بعد اپنے شوہر کے پاس امریکہ چلی گئی تھی۔ وہاں جا کر علم ہوا کہ وہ شخص پہلے سے شادی شدہ تھا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ اس کا شوہر اپنی پہلی بیوی کو طلاق دینے کو تیار نہیں اور نہ ہی عاصمہ کو پاکستان آنے دیتا ہے۔ اس نے عاصمہ پر گھر والوں سے رابطہ رکھنے پر بھی پابندی لگا رکھی ہے۔ ہما کو شادی کے صرف دو ہفتے بعد ہی اس کے شوہر نے طلاق دے دی تھی۔ اسے اس کے کردار پر شبہ تھا۔ رعنا کے سسرال والے ذرا سخت گیر قسم کے ہیں۔ ہر دس پندرہ دن کے بعد وہ لڑ جھگڑ کر گھر آجاتی ہے۔ امی تو ہما کے دکھ سے پلنگ سے جا لگی ہیں۔" وہ خاصی تفصیل سے بتا رہا تھا' جبکہ شہرین خاموش بیٹھی اپنے ناخنوں سے نیل پینٹ کھرچ رہی تھی۔

"تمہارا یقیناً سب سے بڑا مجرم ضماد ہے اور اپنے جرم کی بڑی عبرت ناک سزا پائی ہے اس نے۔ اسے بری طرح شراب کی لت پڑ چکی ہے۔ اب حال یہ ہے کہ کثرت مے نوشی سے اس کا جسمانی نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے۔"

"مہران بھائی۔ میں نے آج تک سوائے ضماد کے کبھی کسی کو بددعا نہیں دی۔"

"جانتا ہوں' تم بہت اچھی ہو شہرین۔ مگر خدا انصاف کرنے والا ہے۔"

"آپ کہاں ہوتے ہیں؟"

"میں اگلے ہفتے کینیڈا جا رہا ہوں۔"

"وش یو بیسٹ آف لک' مہران بھائی۔"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"بس آپ میرے بارے میں اتنا جان لیں کہ جہاں ہوں' خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ اس نے مجھے پیدا کیا ہے تو میری کفالت بھی اسی کے ذمے ہے۔" وہ سہولت سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

❖❖❖

رائے سکندر اور بیگم ثمین رائے کافی دیر سے آئے بیٹھے تھے۔ بیگم ناجیہ اور آصف بخاری سخت پریشان تھے۔ علیزے کی ضد پوری کرنا ان کے بس میں نہیں تھا۔ وہ اپنے منہ سے کس طرح کہہ دیتے کہ ان کی بیٹی شازار سے نہیں بلکہ شہریار سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ جب کہ بیگم ثمین رائے اور رائے سکندر اپنی جگہ پریشان تھے کہ شازار نے شادی سے صاف انکار کر دیا تھا اور

Famous Urdu Novels free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

شہریار نے گھر میں شور مچا رکھا تھا۔ وہ علیزے کو پسند کرتا تھا۔ جب بیگم ثمین رائے نے معذرت خواہانہ انداز میں اپنا مدعا بیان کیا تو بیگم ناجیہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اللہ نے ان کی عزت رکھ لی تھی۔ یہ سب شہریار اور علیزے کی ملی بھگت تھی۔ تھوڑی سی پس و پیش کے بعد یہ طے کرلیا گیا کہ علیزے کی منگنی شہریار سے ہوگی۔

منگنی کی تقریب گھر کے وسیع و عریض لان میں منعقد کی گئی۔ بے بی پنک اور پیچ کنٹراسٹ کے بیش قیمت سوٹ میں علیزے بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اس کے برابر بیٹھا شہریار بھی کسی پرنس سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ جس نے بھی دیکھا ان کے کپل کو سراہا۔ شہزرین دانستہ پیچھے پیچھے رہی۔ وہ کسی بھی رسم میں آگے نہیں آئی تھی۔ شازار کی نگاہیں بار بار بھٹک کر اس کے چہرے کا طواف کرنے لگتی تھیں۔ وائٹ نیٹ کے سوٹ میں اس کا سادہ سا حسن قیامت ڈھا رہا تھا۔ منگنی کی رسم کب کی ادا ہوچکی تھی۔ وہ سہج سہج قدم اٹھاتا اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔

''کیسی ہو؟'' اس کے استفسار پر وہ چونکی۔

''ٹھیک ہوں۔'' دھیرے سے جواب دیا۔

''تم یہاں اتنی الگ تھلگ کیوں کھڑی ہو؟''

''میں اپنا مقام اور اپنی حیثیت پہچانتی ہوں۔''

''نہیں۔ اگر تم اپنا مقام جانتی ہوتیں تو یہاں نہ کھڑی ہوتیں۔'' وہ دلکشی سے مسکرایا۔ شہزرین نے کچھ الجھ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''شہزرین ہاشمی، بنتِ احتشام ہاشمی، کوالیفکیشنز بی اے وِد فرسٹ ڈویژن۔ فادر کی ڈیتھ کے بعد اپنے تایا کے گھر رہتی تھیں۔ گھر والوں کا سلوک اچھا نہ تھا۔ مزید یہ کہ الزام تراشی کر کے گھر سے نکال دیا گیا۔ رائٹ؟''

اس نے جانے اس کے بارے میں اتنی ساری معلومات کہاں سے حاصل کرلی تھیں۔ وہ حیرت سے

رسول خدا کی پیاری باتیں

تقویت۔ جس طرح زبان بال سے پاک ہے اسی طرح ایمان کو بے ایمانی سے پاک رکھنا چاہیے

سلام۔ سلام کرو جسے جانتے ہو اسے بھی اور جسے نہیں جانتے اسے بھی سلام کرنے میں پہل کرو۔

کسی کے گھر جانا۔ جب کسی کے گھر جاؤ تو بغیر اجازت گھر میں داخل نہ ہو، پہلے سلام کرو اور پھر اجازت مانگو۔

آداب محفل۔ جب کسی محفل میں جاؤ تو سب کو ایک بار سلام کرو اور جہاں جگہ ملے بیٹھ جاؤ دوسروں کو پھلانگتے ہوئے آگے نکلنے کی کوشش مت کرو۔

آداب گفتگو۔ کسی بھی محفل میں بیٹھ کر بلند آواز سے گفتگو نہ کرو۔ دوسروں کو نظر انداز کرکے ایک دوسرے سے چپکے چپکے گفتگو نہ کرو بلاوجہ قہقہہ لگانا اور منہ پھلا کر بیٹھنا معیوب لگتا ہے۔

کھانے کے آداب۔ بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کرو۔ پلیٹ میں ضرورت کے مطابق کھانا نکالو، بڑوں کا انتظار کرو، چباتے وقت آواز نہ نکالو۔ منہ بند کرکے کھاؤ۔

صلح۔ صلح کرنی نماز اور صدقے سے بہتر ہے۔

(شبنم صدیق راجپوت۔ مورو سندھ)

بس اسے تکے گئی۔

''اتنا حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان جس سے کوئی تعلق جوڑنا چاہتا ہے، اس کا بیک گراؤنڈ بھی معلوم کرتا ہے۔ تم خود سے تو مجھے کچھ بھی بتانے کو تیار نہیں تھیں، اس لیے میں نے خود ہی سب پتا کروالیا۔''

''آپ کا بھلا مجھ سے کیا تعلق؟''

''مجھ سے شادی کروگی؟'' اس کے سوال کے جواب میں اس نے سوال داغ دیا۔ وہ یوں کہہ رہا تھا، جیسے پوچھ رہا ہو آپ میرے ساتھ چائے پینا پسند کریں گی؟'' وہ ایک دم ٹپٹا گئی۔ کتنے آرام سے اس

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

نے اسے پرپوز کر دیا تھا۔

"تمہارے پاس دس منٹ ہیں۔ فوراً سوچ کر جواب دو۔" وہ دھونس جما کر بولا اور کلائی میں بندھی گھڑی آنکھوں کے سامنے کی۔

"زندگی کوئی کھیل نہیں ہے مسٹر رائے۔" وہ تلخی سے بولی۔

"میں نے یہ کب کہا؟"

"شادی کو آپ نے مذاق سمجھ رکھا ہے۔ بڑے آرام سے کہہ دیا' دس منٹ میں فیصلہ کرو۔ جایئے رائے شازار پہلے اپنے گھر والوں سے پوچھئے کہ کیا وہ ایک ادنیٰ سی ملازمہ کو جو بے سہارا ہونے کے ساتھ ساتھ لاوارث بھی ہے' اپنی بہو بنانا پسند کریں گے؟ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ ان کا جواب نہیں میں ہوگا۔ بہتر ہوگا' آپ واپس لوٹ جائیں۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ فہد بخاری کی باتیں دو دن سے اس کے دل میں نیزے کی انی کی طرح چبھ رہی تھیں۔ وہ بمشکل اپنے آنسو ضبط کر پائی تھی۔

"منزل سامنے ہو اور میں واپس پلٹ جاؤں۔ ایسا تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔" وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

"میں آپ کی منزل نہیں ہوں۔"

"مگر تمہاری منزل میں ہوں۔ تمہارا ہر راستہ مجھ تک ہی آ کر ختم ہو جاتا ہے۔" اس کے لہجے میں یقین بول رہا تھا۔

"میں سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتی ہوں کہ آپ بے حد ضدی اور بے وقوف انسان ہیں۔" وہ زچ ہو کر بولی۔

"ہاہاہا۔" اس کا قہقہہ بے حد جاندار تھا۔ "تھینکس فار دی کمپلیمنٹ۔" اس کی ڈھٹائی پر کڑھتی وہ اندر بھاگ گئی۔ وہ اپنے کمرے میں جا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ہر شخص پر سے اس کا اعتماد اٹھ گیا تھا۔ اسے اپنا آپ بے حد ارزاں لگ رہا تھا۔ جو آتا تھا' بڑے آرام سے اسے پیروں تلے روند کر آگے بڑھ جانا چاہتا تھا۔

"کیا میری کوئی وقعت نہیں؟ میرے جذبات کا کسی کو احساس تک نہیں ہے۔ کیا اتنی بے مایہ میں ہی نظر آئی ہوں سب کو۔ کاش پاپا! آپ آج زندہ ہوتے تو..... تو میرے ساتھ یہ سب نہ ہوتا۔ میں بے سہارا ہوں ناں' اسی لیے......" دستک کی آواز پر اس کی سوچیں منتشر ہوئیں۔ پہلی دستک کے ساتھ ہی وہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا تھا۔

"تم کیوں مجھے میری ہی نظروں میں گرانا چاہتے ہو؟ مجھے کیوں بے وقعت کرنا چاہتے ہو؟ میں بے سہارا ہوں' لاوارث ہوں اس لیے؟ تمہیں میرے جذبات' میرے احساسات کا کوئی خیال نہیں ہے۔ مت کرو ایسا۔ مجھے اس حد تک ذلیل نہ کرو۔" وہ اس کا گریبان تھام کر چلائی تھی۔ روتے روتے اس کی آواز پھٹ گئی۔ آنسو تواتر سے اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔ شازار چپ چاپ کھڑا رہا۔ اس نے اسے رونے دیا۔ وہ اس کے شانے سے لگی جانے کتنی دیر روتی رہی تھی۔ شازار اپنے دائیں ہاتھ سے اس کا سر تھپکتا رہا تھا۔ آنسوؤں کا زور کچھ کم ہوا تو اس نے اس کے کندھے پر سے سر اٹھایا۔ وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"تم سے کس نے کہا کہ تم لاوارث ہو؟ میں ہوں نا' تمہارا وارث۔" اس کا پر یقین اور مضبوط لہجہ شہزرین کو حقیقت کی دنیا میں لے آیا۔ وہ جھجک کر اس سے دور ہو گئی تھی۔

"تم ہٹو۔ مجھے خود بات کرنے دو شہزرین سے۔" بیگم ثمین رائے نے شازار کو ایک طرف ہٹایا۔ غصے میں شہزرین دیکھ ہی نہ سکی تھی کہ شازار کے پیچھے پیچھے بیگم ثمین بھی اندر داخل ہوئی تھیں۔

"یہ بالکل بدھو ہے۔ پہلی بار کسی لڑکی کو پرپوز کیا تو اسے رلا دیا۔ تم بے وقعت نہیں ہو۔ بھلا رائے خاندان کی بڑی بہو کیسے بے وقعت ہو سکتی ہے۔" بیگم ثمین رائے کے الفاظ پر وہ بے یقینی سے کبھی انہیں تو کبھی شازار کو دیکھنے لگی۔

Famous Urdu Novels Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

''ہم انشاء اللہ اپنی دونوں بہوؤں کو جلد ہی بخاری لاج سے بیاہ کرلے جائیں گے۔'' بیگم ثمین رائے نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

''ممی...... وہ......'' شازار سر کھجانے لگا۔ اس کا عندیہ جان کر بیگم ثمین مسکرادیں۔

''ناٹی بوائے۔'' وہ اس کے شانے پر چپت رسید کرتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ گئیں۔ شازار کچھ دیر اس کی جھکی پلکوں پر نظریں جمائے کھڑا رہا۔ نروس ہوتی ہوئی وہ پیاری سی لڑکی اسے دل کے بے حد قریب لگی۔

''میں نے کہا تھا ناں کہ تمہاری منزل میں ہوں۔'' اس کا گمبھیر لہجہ لو دینے لگا۔ وہ گھبرا کر دروازے کی طرف بڑھی تو اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اب بھاگ کہاں رہی ہو؟ میدان چھوڑ کر جانے والے بزدل ہوتے ہیں۔'' وہ مسکرایا۔ ''کوشش بے کار ہے۔ ایک بار ہاتھ تھام لیا تو تھام لیا۔ چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہیں ہم۔'' اس کی ہاتھ چھڑانے کی کوشش پر وہ محظوظ ہوکر مسکرایا تھا۔

''تم بولتی کیوں نہیں ہو؟''

''جج...... جی......''

''اوں ہوں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا' مجھے جی جی کرنے والی لڑکیاں زہر لگتی ہیں۔''

''مجھے جانے دیں پلیز۔''

''کیوں؟''

''اگر کوئی آ گیا تو......''

''مجھے پروا نہیں۔ بالفرض کوئی آ بھی جائے تو کیا ہوا۔ میں اپنی ہونے والی بیوی کے پاس کھڑا ہوں۔ اچھا ایک بات بتاؤ۔ تم نے خود سے یہ کیسے فرض کرلیا کہ میرے گھر والے تمہیں بہو کے طور پر قبول نہیں کریں گے؟''

''کبھی زمین اور آسمان کا بھی سنگم ہوا ہے؟''

''پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے زمین کسے کہا اور آسمان کسے؟'' وہ شرارت سے بولا تو شہرین جھینپ گئی۔

''پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ ضروری نہیں کہ سب لوگوں کی اپنے سے کم حیثیت لوگوں کے بارے میں ایک جیسی رائے ہو۔ میرے والدین ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہیں اپنی نام نہاد حیثیت کا زعم ہوتا ہے۔ جنہیں اپنی ''ناک'' کی بڑی فکر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب میں نے تمہارا نام لیا تو ممی اور ڈیڈی نے بڑی خوش دلی سے میری خواہش کا احترام کیا۔ میری پسند ان کی بھی پسند ہے۔ انہیں اپنی اولاد کی خوشیوں سے بڑھ کر کچھ عزیز نہیں ہے۔ اب بولو۔ مجھ سے شادی کروگی؟''

''جی نہیں۔'' وہ مسکرا کر رخ موڑ گئی۔

''واٹ؟'' وہ گویا کرنٹ کھا کر اس کے سامنے آیا۔

''میں بھلا ایک ڈاکو سے کیسے شادی کرسکتی ہوں۔ آخر میرے بھی کچھ ارمان ہیں۔ کل کلاں کو وہ ڈاکا ڈالتے ہوئے دھرلیا گیا تو میرا کیا بنے گا؟'' اس کی شوخی پر شازار نے زوردار قہقہہ لگایا۔

''تبھی تمہارا بنے گا کیا۔ وہ ڈاکو جہاں جائے گا' تمہیں یرغمال بنا کر اپنے ساتھ لے جائے گا۔'' شازار گمبھیر لہجے میں کہتے ہوئے اس کی طرف جھکا تو وہ اسے دھکیل کر باہر بھاگ گئی۔ شازار اس کی اس ادا پر سرشار ہوکر رہ گیا۔

اس آزار روز و شب زندگی سے
چلو ہم زمانے سے بچ کر
چند لمحے چرالیں......